

تفسير

منظر اول

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب
مشرق و انبیاء اسلام پیر الوداد حضرت بابا جی راجندر صاحب
پانی پتی شیخ الحدیث جامعہ نظریہ دینیہ ساهیبوالہ

پاره نمبر 6

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

تفسیر نور القرآن (جلد ششم)	_____	نام کتاب
علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب	_____	مصنف
محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال	_____	کمپوزنگ
محمد رضوان محمود، عطاء المصطفیٰ	_____	معاون کمپوزنگ
عبدالقدیر فریدی، شوکت علی	_____	پروف ریڈنگ
فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک	_____	طباعت
ساہیوال فون 040-4221485		
بار اول (جون 2006ء)	_____	تاریخ طباعت
بار دوم (ستمبر 2012ء)	_____	
ایک ہزار	_____	تعداد
مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال	_____	ناشر

فہرست مضامین (پارہ 6)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	اللہ تعالیٰ بُری باتوں کا اظہار پسند نہیں فرماتا	۴	۱۴۸	۱۵
۲	یہود کی بُری عادات کا ذکر	۴	۱۵۰	۱۷
۳	اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانے والے مومن ہیں	۴	۱۵۲	۱۸
۴	یہود کے بے تنگے سوالات	۴	۱۵۳	۱۹
۵	بنی اسرائیل پر طور پہاڑ اُٹھایا گیا	۴	۱۵۴	۲۱
۶	بنی اسرائیل کی گستاخیوں کا تذکرہ	۴	۱۵۵	۲۱
۷	بنی اسرائیل نے حضرت مریم علیہا السلام پر الزام لگایا	۴	۱۵۶	۲۳
۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی	۴	۱۵۷	۲۳
۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اُٹھائے گئے اور زندہ ہیں	۴	۱۵۸	۲۳
۱۰	قتلِ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مختلف عقائد	۴	۱۵۹	۲۵
۱۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے	۴	۱۶۰	۲۶
۱۲	یہود کے ظلم کی وجہ سے اُن پر کئی حلال چیزیں بھی حرام کر دی گئیں	۴	۱۶۲	۲۶
۱۳	ایمان لانے والوں کیلئے اجرِ عظیم کا وعدہ	۴	۱۶۳	۲۸
۱۴	انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کا بیان	۴	۱۶۵	۳۰
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاص اعزاز کا تذکرہ	۴	۱۷۰	۳۲
۱۶	اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے رسول پر ایمان لاؤ	۴		۳۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بنائے گئے غلط عقائد کی تردید	۴	۱۷۱	۳۷
۱۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں بلکہ اللہ کے بندے ہیں	۴	۱۷۲	۴۰
۱۹	حضور ﷺ کی عظمت کا تذکرہ	۴	۱۷۴	۴۲
۲۰	کلام کیا ہے؟ اس کے احکامات اور تفصیل	۴	۱۷۶	۴۴
۲۱	سورۃ مائدہ	۵		۴۶
۲۲	ایمان والوں کو عہد پورا کرنے کی تلقین	۵	۱	۴۸
۲۳	احرام کی حالت میں شکار حرام ہے	۵	۱	۴۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو	۵	۲	۵۱
۲۵	نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو مگر گناہ اور زیادتی پر نہیں	۵	۲	۵۱
۲۶	مومنین پر حرام کی گئی اشیاء کی تفصیل	۵	۳	۵۴
۲۷	سکھائے گئے شکاری جانوروں کا شکار حلال ہے	۵	۴	۵۸
۲۸	اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے حلال ہے	۵	۵	۶۰
۲۹	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے	۵	۵	۶۰
۳۰	وضو کے فرائض	۵	۶	۶۲
۳۱	تیمم کے جائز ہونے کی شرائط اور اس کا طریقہ	۵	۶	۶۲
۳۲	صالحین کے لئے مغفرت اور اجر عظیم جبکہ کفار کیلئے جہنم	۵	۱۰	۶۷
۳۳	بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں پر نگران مقرر کرنے کا ذکر	۵	۱۲	۶۹
۳۴	بنی اسرائیل پر عہد توڑنے کی وجہ سے لعنت کی گئی	۵	۱۳	۷۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	نصاریٰ کو عہد توڑنے کی سزا	۵	۱۴	۷۳
۳۶	مشکلات و مصائب سے بچنے کیلئے رسول پر ایمان لاؤ	۵	۱۶	۷۵
۳۷	حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو خدا کہنے والے کافر ہیں	۵	۱۷	۷۸
۳۸	یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُسکے محبوب ہیں	۵	۱۸	۸۰
۳۹	اہل کتاب پر کی گئی سابقہ نعمتوں کا تذکرہ	۵	۲۱	۸۴
۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو خاص آدمیوں کا ذکر	۵	۲۴	۸۶
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر یہودیوں کو سزا دی گئی	۵	۲۵	۸۸
۴۲	ارض مقدسہ چالیس سال تک یہودیوں کیلئے حرام کر دی گئی	۵	۲۶	۸۸
۴۳	ہابیل اور قابیل کا واقعہ	۵	۲۷	۹۰
۴۴	لاش چھپانے کیلئے کوئے نے قابیل کی رہنمائی کی	۵	۳۱	۹۲
۴۵	ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے مترادف ہے	۵	۳۲	۹۴
۴۶	ایک انسان کو بچانا تمام انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے	۵	۳۲	۹۴
۴۷	قاتلوں، ڈاکوؤں اور فسادیوں کی سزا	۵	۳۳	۹۶
۴۸	حدود، قصاص اور تعزیر کی وضاحت			۹۸
۴۹	خدا سے ڈرنے اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرنے کا حکم	۵	۳۵	۹۸
۵۰	کفار کسی بھی صورت دردناک عذاب سے بچ نہیں سکیں گے	۵	۳۷، ۳۷	۱۰۱
۵۱	چوری کرنے والے مرد اور عورت کی سزا	۵	۳۸	۱۰۳
۵۲	صرف زبان کا اقرار کرنے والا مومن نہیں	۵	۴۱	۱۰۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	منافقین کیلئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں سخت عذاب ہے	۵	۴۱	۱۰۶
۵۴	یہود کی بری عادات کا ذکر	۵	۴۲	۱۰۹
۵۵	تورات ہدایت اور نور ہے	۵	۴۴	۱۱۱
۵۶	تورات کو بدلنے والے اور اسکے خلاف فیصلہ دینے والے کافر ہیں	۵	۴۴	۱۱۱
۵۷	قصاص کا حکم	۵	۴۵	۱۱۳
۵۸	انجیل میں ہدایت اور نور ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی	۵	۴۶	۱۱۵
۵۹	قرآن مقدس حق ہے اور پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے	۵	۴۸	۱۱۷
۶۰	ہر امت کیلئے الگ الگ شریعت ہے	۵	۴۸	۱۱۷
۶۱	قرآن مقدس کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم	۵	۴۹	۱۱۹
۶۲	شریعت اسلامیہ نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا	۵	۴۹	۱۱۹
۶۳	یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والا انہیں میں سے ہے	۵	۵۱	۱۲۱
۶۴	منافقین کی ایک حالت کا ذکر	۵	۵۲	۱۲۳
۶۵	اللہ تعالیٰ دین سے پھرنے والوں کی جگہ کوئی اور قوم لے آئیگا	۵	۵۴	۱۲۵
۶۶	پاکباز جماعت کے اوصاف	۵	۵۴	۱۲۵
۶۷	ایمانداروں کا دوست اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ہے	۵	۵۵	۱۲۷
۶۸	اللہ اور اُسکے رسول کو دوست بنانیوالی جماعت ہی غالب ہے	۵	۵۶	۱۲۷
۶۹	کفار نے دین اسلام کو ہنسی مذاق بنا لیا	۵	۵۷	۱۳۰
۷۰	کفار اذان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں	۵	۵۸	۱۳۰

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	یہود کی بدکاریوں کی وجہ سے اُن کے چہرے مسخ کر دیئے گئے	۵	۶۰	۱۳۲
۷۲	یہود کے دھوکے، فریب اور مکر کا ذکر	۵	۶۱	۱۳۳
۷۳	رب ذوالجلال کے ساتھ یہود کا گستاخانہ انداز	۵	۶۲	۱۳۶
۷۴	اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے	۵	۶۵	۱۳۸
۷۵	رسول اللہ ﷺ پر رب کی طرف سے نازل کردہ کو پہنچانا ہے	۵	۶۷	۱۳۹
۷۶	اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا	۵	۶۷	۱۳۹
۷۷	یہود کے اعتراض کا جواب	۵	۶۸	۱۴۱
۷۸	اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو کوئی ڈر اور غم نہیں	۵	۶۹	۱۴۳
۷۹	بنی اسرائیل نے انبیاء کو جھٹلایا اور قتل بھی کیا	۵	۷۰	۱۴۴
۸۰	توبہ نہ کرنے والے اندھے اور بہرے ہو گئے	۵	۷۱	۱۴۴
۸۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہنے والے کافر ہیں	۵	۷۲	۱۴۶
۸۲	اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں میں سے تیسرا کہنے والے بھی کافر ہیں	۵	۷۳	۱۴۸
۸۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اور صفات کا تذکرہ	۵	۷۵	۱۴۹
۸۴	اہل کتاب اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کریں	۵	۷۷	۱۵۱
۸۵	بنی اسرائیل پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی گئی	۵	۷۸	۱۵۳
۸۶	کفار سے دوستی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے	۵	۸۰	۱۵۴
۸۷	عیسائیوں کی نسبت یہود و مشرکین مسلمانوں سے دشمنی میں سخت ہیں	۵	۸۲	۱۵۶
۸۸	﴿آغاز پارہ نمبر ۷﴾ نرم دل عیسائیوں کا ذکر	۵	۸۳	۱۶۰

اللہ تعالیٰ بُری بات کا اعلان پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہوا ہو (وہ کہہ سکتا ہے) اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے (۱۴۸) اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے (۱۴۹)

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ
إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۖ
إِنْ تَبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تُعْفُوا
عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۖ

اللہ
صَلَّى
عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ
سَلَامٌ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اندر اتحاد، محبت اور یگانگت کا ایک اہم ضابطہ فرمایا ہے جس پر عمل کرنے سے گھریلو، کاروباری اور دنیاوی تعصبات سے نجات مل سکتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کے خلاف کوئی بُری بات نہ کہی جائے جس سے اختلافات کو فروغ ملے اللہ ایسی باتوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ہاں اگر کوئی شخص جس پر کسی نے ظلم کیا ہے وہ اپنے پرہونے والے ظلم کی داستان سنا کر اپنی صورتِ حال سے آگاہ کرتا ہے تو یہ اس میں شامل نہیں، اللہ سننے والا ہے، علیم ہے۔ ظالم مظلوم دونوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ظالم خدا سے ڈرے اور مظلوم اپنے رب سے اُمید رکھے کہ وہ اس کا مددگار ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا باعث یہ ہوا: ایک شخص نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ باتیں کہیں آپ خاموش رہے مگر اس نے پھر وہی اُنداز اختیار کیا تو آپ نے بھی جواب دیا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر! (ﷺ) جب تک تُو خاموش رہا، فرشتہ تیری طرف سے جواب دیتا رہا جب تم نے خود جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا۔ اس واقعہ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا ناجائز نہ تھا کہ وہ مظلوم تھے اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی افضلیت پر محمول ہے غرضیکہ بدلہ لینا جائز ہے اور درگزر کرنا بہتر ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق اس کے

نزول کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا، صاحب خانہ تو اضع نہ کر سکا تو مہمان نے اس کے خلاف شکایات کیں، اس آئیہ میں اس کی حمایت کی گئی ہے کہ اس مہمان کا حق تھا اُسے کھانا کھلایا جاتا، تو اضع کی جاتی کہ وہ اسے ملنے آیا تھا اگر کوئی شخص اپنے کام یا کسی کے کام کیلئے آیا تو صاحب خانہ اس کی تو اضع کر دے تو اس کی مہربانی۔

اس آئیہ کریمہ میں ”الا من ظلم“ سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ظلم کی شکایت کرے تو یہ غیبت نہیں کہ اس نے خود اس شخص کو شکایت کا موقع دیا ہے۔ آئیہ مبارکہ کے آخر میں ”ان تبدوا خیرا او تخفوا“ فرما کر عفو و درگزر کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک بڑی نیکی ہے، خوبی ہے جو اختیار کرے اللہ تعالیٰ کے عفو و رحمت کا مستحق ہو جائے گا مظلوم کو بلند اخلاقی کا بھی درس ہے کہ درگزر کرے، اصلاح معاشرہ کا بہترین اصول بھی ہے کہ انتقام کا حق دے دیا گیا ہے کہ مظلوم اپنی داد رسی کیلئے اظہار کر سکتا ہے۔

کسی اسلام دشمن کی گفتگو کا بتانا، کسی کافر کے کفریہ کلمات کو واضح کرنا، شرابی، زانی، بد معاش کی بد عادات کا ذکر اس میں داخل نہیں کہ یہ ایک دینی کام ہے جو کرنا چاہئے اور ایسے بدر کردار، بد عمل انسان کو بُرائی سے روکنا چاہئے ایسا کرنا تو تبلیغ اسلام ہے۔ بُری بات، لغو گفتگو، بے ہودہ انداز، توہین، طنز، غیبت ایسی سبھی باتیں اس ممانعت میں شامل ہیں۔

غیبت، برائی، چغلی کی ممانعت میں بہت سی احادیث طیبہ ملتی ہیں۔ ابوداؤد شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی اُس جگہ بے عزتی کرتا ہے جہاں اس کی عزت نہ کی جا رہی ہو تو اللہ اُس سے ایسی جگہ بے عزت کرے گا جہاں وہ اپنی عزت چاہتا ہو۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ نجات کیسے ہوگی؟ فرمایا زبان بند رکھو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وہ لوگ جو اللہ اور رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی راہ نکالیں (۱۵۰) یہی لوگ ٹھیک کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۵۱)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
وَيَقُولُونَ نُوْهُنُ مِنْ بَعْضِ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ
وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخَذَ وَابِعٌ ذَلِكَ سَبِيلًا
أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا

اللہ
ص
الاحزاب

تفسیر

پچھلی آیات میں منافقین کا ذکر تھا اس آیت مبارکہ میں یہود کے کفر کی وضاحت کی جا رہی ہے تاکہ مسلمان اُن سے بچے رہیں۔ آیت پاک میں ان کی بُری عادتوں کا ذکر ہے۔

1۔ پہلی بُری عادت یہ فرمائی گئی کہ وہ اللہ اور اُس کے رسولوں کو نہیں مانتے، یہود موسیٰ علیہ السلام کو اور کئی انبیاء علیہم السلام کو مانتے تھے پھر یہ فرمایا گیا کہ وہ اس کے رسولوں کو نہیں مانتے چونکہ حضور ﷺ کا انکار کرتے تھے، حضور ﷺ کا انکار گویا سارے انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے اور حضور ﷺ کا ماننا تمام انبیاء علیہم السلام کا ماننا ہے۔

2۔ دوسری بُری عادت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ اللہ اور اُس کے رسولوں میں تفریق چاہتے ہیں حالانکہ کوئی نبی، کوئی رسول اپنے رب کے فیصلہ کے خلاف نہیں وہ اس کی رضا کے تابع ہے پھر تفریق کیسی۔

3۔ تیسری بُری عادت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ بعض نبیوں کو مانتے ہیں، بعض کا انکار کرتے ہیں یہ بھی اُن کی بُری عادت اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

4۔ چوتھی بُری عادت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ چاہتے ہیں ایمان و کفر کے درمیان کوئی راستہ نکالیں کہ دونوں پر عمل ہو، یہ بھی فتنہ حرکت ہے حق حق ہے باطل باطل ہے۔ اسلام اور کفر دو الگ الگ

نظریے ہیں جن کا اکٹھا ہونا ناممکن ہے۔

آیہ پاک کے آخر میں فرمایا کہ یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ان کیلئے دردناک عذاب تیار ہے۔ ان کا یہ تصور کہ اسلام و کفر دونوں پر عمل صحیح ہے، بہت بڑا بہتان ہے اور جھوٹ کا طوفان ہے اگر اسلام کے اندر ہر مذہب میں نجات کا مسئلہ ہوتا تو مذہب اسلام میں تبلیغ پر اتنا زور دینے کا حکم ہی نہ ہوتا اور پھر اسلام کے فروغ کیلئے سردھڑ کی بازی لگانا صحیح نہ ہوتا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام کی تمام جہاد کی کوششیں بے کار ہوتیں (معاذ اللہ) اور یہ سب کچھ دین کیلئے نہ ہوتا۔ (معاذ اللہ)

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ
أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

جو لوگ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے
اور انہوں نے اُن رسولوں میں سے کسی ایک کے
درمیان فرق نہیں کیا یہ وہ لوگ ہیں عنقریب ان کو
(اللہ) اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا
نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (۱۵۲)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر اس کی تمام صفات قدسیہ کو ماننے کے ساتھ ایمان لانے والے مومن ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا انکار بھی تمام صفات اور اُس کی ذات کا انکار ہے۔ آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ ایمان کی اصل اللہ پر اور رسول اللہ پر ایمان ہے۔ آیہ کریمہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ دین کے اندر ایمان کو مرکزیت حاصل ہے اعمال اس کے تابع ہیں ایمان ہوگا تو اعمال آخرت میں کام دیں گے، ایمان نہیں تو کافر کو اُس کے اچھے کاموں کا صلہ دُنیا میں ہی دیدیا جائے گا۔

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی سزا کا ذکر تھا اس میں ایمانداروں کی جزا کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ ﷻ پر ایمان لانے کے ساتھ مومن کی دوسری صفت کا ذکر بھی فرمایا گیا کہ وہ رسولوں میں کسی ایک کے درمیان تفریق نہ کرے ایسے لوگوں کیلئے فرمایا گیا اللہ انہیں اجر دے گا، وہ غفور ہے، وہ غافر بھی ہے بخشنے والا غفار بھی ہے بہت بخشنے والا، غفور بھی ہے۔ غفور کا معنی جس کی عادت ہو بخشنا اور پھر بہت بخشنا، اعمال صالحہ کا اجر دے گا اگر کسی کو بغیر عمل کے کچھ ملتا ہے تو وہ رحمت ہے، کرم ہے، فضل ہے۔ قیامت کے دن عمل صالح کی جزا اور جنت کا عطا ہونا یہ قانونی عطیہ ہے مگر مومن کو قیامت کے دن دیدارِ الہی کا عطیہ صرف رحمت، کرم اور فضل کا عطیہ ہے یہ کسی عمل کی جزا نہیں۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ
كِتَابًا مِثْلَ مَا نَزَّلَ عَلَى مُوسَى الْكَبِيرِ
مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا آرَأَيْتَ اللَّهُ جَهَنَّمَ فَاخَذْتُمُ
لِضَعْفَةِ ظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ
مَا جَاءَتْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَأَتَيْنَا
مُوسَى سُلْطَانًا مُبِينًا

(اے محبوب) اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ اُن پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو وہ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں انہوں نے کہا ہمیں اللہ کو اعلانیہ دکھا دو تو انہیں بجلی نے آلیا ان کے گناہوں پر، پھر انہوں نے مچھڑے کو (معبود بنالیا) اس کے بعد کہ ان پر روشن آیات آگئیں تو ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰؑ کو روشن غلبہ دیا۔ (۱۵۳)

صَلَّى
الْعِظَمِيمِ

تفسیر

یہود کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے مطالبہ کیا کہ جس طرح موسیٰؑ علیہ السلام پر لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل ہوئی تھی اسی طرح ایک کتاب آپ بھی لائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، ان کا یہ مطالبہ اس لئے نہ تھا کہ ایمان لائیں گے بلکہ محض ہٹ دھرمی، تعصب اور ضد کی وجہ سے کوئی نہ کوئی اعتراض کرتے رہتے

تھے، اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے یہ آیہ مبارکہ اُتار کر حضور ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ محبوب! (ﷺ) اس قوم کا رویہ ہی یہ رہا ہے کہ انبیاء کو ستاتی رہی اور حق کے خلاف بغاوت کرنے کیلئے بڑی سے بڑی حرکت بھی کر گزرتی ہے، ان کے آباء و اجداد نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں خدا کو اعلانیہ دکھا دو ان کی اس گستاخی پر آسمان سے بجلی کڑ کی جس سے وہ برباد ہو گئے، اس کے بعد توحید کے واضح دلائل آ جانے پر بھی ہچھڑے کی پرستش میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے باوجود بھی ہم نے معاف کیا ورنہ ان کا نام و نشان ختم کر دیا جاتا، ان کی ہٹ دھرمی اور ضد کا تو یہ عالم ہے کہ انہیں حکم دیا تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کرنا مگر یہ باغی ہو گئے اور نافرمانی کی، ہم نے انہیں کہا تھا کہ شہر ایلیا کے دروازوں میں داخل ہو تو نہایت عاجزی سے داخل ہونا مگر یہ منکر ہو گئے۔ اے محبوب کریم! (ﷺ) یہ لوگ سرکش ہیں، باغی ہیں آپ ان کے ناجائز مطالبات سے پریشان نہ ہوں، انہیں آخرت میں بدترین سزا بھگتنی ہوگی۔

تفسیر خازن، روح البیان میں اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ متعصب یہود نے حضور ﷺ سے کہا آپ سچے نبی ہیں تو فلاں فلاں سردار کے نام اللہ کی طرف سے خاص خطوط لائیں جن میں لکھا ہو، اے فلاں سردار! محمد (ﷺ) ہمارے رسول ہیں انہیں مانو اور یہ خط خود جبریل لائیں پھر سچا مان لیں گے، تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں یہود کے آباء و اجداد کے کردار کا ذکر کیا گیا۔

آیہ پاک میں ارشاد ہے ”ما جاء تھم البینت“ واضح دلائل آنے کے بعد انہوں نے سرکشی کی وہ واضح دلائل کیا تھے جنہیں دیکھا بھی اور پھر انکار کیا۔ ان پر آسمان سے بجلی کا گرنا اور ان کا مرنا بھی کھلی دلیل ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کا زندہ ہونا بھی دلیل ہے، موسیٰ علیہ السلام کا عصا واضح دلیل ہے، موسیٰ علیہ السلام کا یَد بیضا بھی دیکھا جو دلیل ہے، فرعون کیوں کا سمندر میں ڈوبنا یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ایک معجزہ تھا الغرض حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و کمالات کو بغور دیکھ کر بھی سرکش رہے، بارگاہ قدس سے ارشاد ہے ہم نے پھر بھی معاف کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو واضح غلبہ بخشا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۚ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسٍ ۖ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ

صَلَّى
الْعِظَمِ

اور ہم نے اُن سے عہد لینے کیلئے طور کو اُن پر اٹھا لیا اور ہم نے ان سے کہا سجدہ (شکر) کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور ہم نے اُن سے کہا ہفتہ کے دن حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے اُن سے پکا عہد لیا (۱۵۴) پھر اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے اور اللہ کی آیتوں کا کفر کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے، اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (اُن پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے (۱۵۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی تین گستاخیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

1۔ ان کی پہلی سرکشی اور گستاخی یہ تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس توراۃ لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا ہم نے آپ کے احکام تو سن لئے ہیں مگر کریں گے نہیں تو ان کی اس گستاخی پر رب قدوس جل مجدہ الکریم نے طور پہاڑ کو ان کے سروں پر شامیانہ یا بادل کی طرح کھڑا کر دیا کہ تورات کے احکام مانو ورنہ یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔ اسی طور پہاڑ پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی اسی پر موسیٰ علیہ السلام اپنے رب قدوس سے ہم کلام ہوئے۔

2۔ یہودی دوسری سرکشی اور بغاوت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا۔ بنی اسرائیل میدان ”میمہ“ میں

سرگرداں تھے انہیں حکم دیا گیا تھا تم شہر ”اریحا“ میں جا کر توبہ کرو، باادب سر جھکاتے ہوئے داخل ہونا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا، اس واقعہ کے بارہ میں اس طرح بھی ملتا ہے کہ یہ واقعہ یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا، انہیں بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم تھا اور سجدہ کرتے داخل ہونا تھا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

3- بنی اسرائیل کی تیسری بغاوت اس طرح تھی انہیں حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں، کوئی دوسرا کاروبار کریں مگر انہوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں مچھلی کا شکار کیا، جس کی وجہ سے اُن پر عذاب نازل ہوا۔

مجھے ایک مرتبہ ہفتہ کے دن نیویارک کے ایک شہر سے گزرنے کا اتفاق ہوا، حیرت ہوئی دو پہر کا وقت ہے مگر بازار میں اُجاڑ ہے کوئی دکان کھلی نہیں کوئی شخص نظر نہیں آتا میں نے اپنے میزبان محمد یونس فریدی سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہ سارا علاقہ مکمل طور پر یہود کا ہے آج ہفتہ ہے جو اُن کی عبادت کا دن ہے، وہ سب بچے، جوان، بوڑھے عبادت گاہوں میں ہیں۔

- 4- ان کی چوتھی سرکشی کا ذکر اس طرح فرمایا کہ انہوں نے بد عہدی کی۔
- 5- پانچویں سرکشی کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا۔
- 6- چھٹی سرکشی کا اس طرح ذکر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کا ارتکاب کیا۔
- 7- ساتویں سرکشی کا ذکر اس طرح فرمایا کہ انہوں نے کہا ہمارے دل پردوں میں ہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی جس کے باعث وہ ایمان سے محروم ہیں اور یہ مہر اُن کی گستاخیوں کے سبب لگی اسی باعث بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَيَكْفُرُ بِهِمْ وَقَوْلُهُمْ عَلَى مَرْيَمَ هُتَانًا عَظِيمًا
 وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ
 مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَ
 لَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا
 فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مِمَّا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ
 إِلَّا اتِّبَاعَ الظُّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۚ بَلْ
 رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

اللَّهُ
 الصَّادِقُ
 الْعَظِيمُ

اور اُن کے کفر اور اُس قول کی وجہ سے بھی انہوں
 نے مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا (۱۵۶) اور
 اُن کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ
 ابن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے اس کو قتل
 نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے اس کو سولی دی لیکن
 ان کیلئے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا
 اور بے شک جنہوں نے اس کے معاملہ میں
 اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں
 انہیں اس کا بالکل یقین نہیں ہاں وہ اپنے گمان
 کے مطابق کہتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقیناً
 قتل نہیں کیا (۱۵۷) بلکہ اللہ نے ان کو اپنی
 طرف اٹھالیا اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت
 والا ہے (۱۵۸)

تفسیر

گزشتہ آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کی زیادتیوں کا ذکر تھا جن کے باعث اُن پر عذاب نازل ہوا، لعنت
 ہوئی انہوں نے عہد کر کے توڑا، خدا کی آیات کا انکار کیا، انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کا جرم کیا، ہفتہ کے
 دن شکار کیا، اُن کے جرائم کی فہرست میں ایک جرم یہ بھی تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ
 حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھا، اس کی تفصیل یہ ہے، جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی تو آپ کنواری تھیں اس عظیم واقعہ کی تفصیل سورہ مریم میں

موجود ہے، بچے کی پیدائش کا وقت ہوا تو آپ باہر چلی گئیں لوگوں سے پردہ کر لیا، جبریل علیہ السلام انسانی شکل و صورت میں آئے تو آپ نے اللہ سے پناہ مانگی، یہ اجنبی آدمی کون آگیا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی، تیرے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے صاف ستھرا بیٹا دوں۔ حضرت مریم علیہا السلام بولیں مجھے بتا کیسے ہوگا؟ نہ کسی آدمی نے مجھے ہاتھ لگایا ہے، نہ میں بدکردار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عیسیٰ علیہ السلام عطا کئے، آپ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر قوم میں لائیں تو قوم نے بہتان باندھا۔ مریم (علیہا السلام) یہ بچہ کیسے ہو گیا؟ تیرے ماں باپ تو اچھے تھے تو نے یہ کیا کیا؟ تو آپ نے اس بچے کی طرف اشارہ کیا یہ سوال اس سے کرو، قوم نے کہا اس سے کس طرح بات ہو سکتی ہے وہ تو ابھی پنگھوڑے میں بچہ ہے جس کی عمر صرف چند گھنٹے ہے۔

اس گفتگو پر عیسیٰ علیہ السلام بولے اور فرمایا ”میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے“ اس عظیم نشان کے ظاہر ہو جانے پر انہیں پاکیزہ مریم پر بہتان نہیں لگانا چاہئے تھا انہیں حضرت مریم کی پاکیزگی کا یقین آنا چاہئے تھا مگر یہ سرکش بدستور اڑے رہے۔ قرآن مقدس نے اُن کے اس عمل کو بہتان عظیم فرمایا۔

آیہ مبارکہ میں اُن کے دوسرے عظیم جرم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ یہود نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا اور سولی دے دیا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ صریحاً غلط اور جھوٹ ہے حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی سولی دے سکے بلکہ اُن کیلئے حقیقت مشتبہ ہو گئی اور جنہوں نے اُن کے بارہ میں اختلاف کیا، وہ بھی شک و شبہ میں ہیں، انہیں بھی کسی بات کا علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ قرآن مقدس نے پھر دوبارہ فرمایا کہ انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

قتلِ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مختلف عقائد

یہود کا عقیدہ: قتلِ مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں یہود کا عقیدہ ہے کہ انہیں سولی دے کر شہید کر دیا گیا عیسائیوں کا عقیدہ: عیسائی کہتے ہیں کہ سولی پر چڑھائے گئے جان نکل گئی، سات دن تک زمین میں دفن رہے پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھائے گئے وہ اب آسمان پر زندہ ہیں قیامت کے قریب اتریں گے۔

قادیانیوں کا عقیدہ: مرزائی گروپ یہ کہتا ہے وہ سولی پر لٹکے ضرور مگر وہاں فوت نہیں ہوئے بے ہوش ہو گئے پھر وہاں سے نجات پا کر چھپ چھپا کر کشمیر آ گئے اور وہیں گمنامی میں فوت ہوئے وہیں آپ کی قبر ہے

مسلمانوں کا عقیدہ: مسلمانوں کا عقیدہ صاف ستھرا ہے جسے قرآن مقدس نے بیان فرمایا کہ انہیں نہ قتل کیا گیا، نہ سولی دی گئی انہیں اللہ تعالیٰ نے غیبی طریقہ سے اپنی طرف اٹھالیا، آپ آسمان پر محفوظ ہیں قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور دین اسلام کی شاندار خدمات انجام دیں گے اور وفات ہونے پر حضور ﷺ کے ساتھ والی قبر میں دفن ہوں گے۔

الحمد للہ اہل اسلام کا عقیدہ ہی مضبوط، ٹھوس اور صحیح ہے۔ عیسائی تو آپس میں ہی کئی اختلافات کا شکار ہو گئے اور شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے کسی نے کہا کہ مصلوب عیسیٰ (علیہ السلام) ہی ہیں کہ ان کا چہرہ مسیح جیسا ہے کسی نے کہا یہ مصلوب آدمی کوئی اور ہے کسی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت قتل ہوئی، کسی نے کہا ان کی اُلُوہیت قتل ہوئی ہے کسی نے کہا دونوں قتل ہوئی ہیں۔ تفسیر روح البیان نے تفصیل بیان کی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا دین، دین اسلام ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے اور سارے کا سارا یقین پر مبنی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں قتلِ مسیح کی دوبارہ تردید فرمائی گئی ہے، رہا یہ اشکال کہ پھر وہ گئے کہاں؟ تو جواب فرمایا ”بل دفعہ اللہ الیہ“ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ ”دفع“ کا معنی ”بلند کرنا“ بھی ہے ”اٹھانا“ بھی ہے، اٹھانا کبھی جسم کا ہوتا ہے کبھی رتبہ کا مگر جب ”دفع“ کے بعد ”الی“ یا ”علی“ آئے تو اس سے مراد جسم کا اٹھانا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مقدس نے یوسف علیہ السلام کے بارہ میں ارشاد فرمایا ”ودفع ابویہ

علی العرش “یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اٹھالیا۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بِعَدِيدِ خَلْقِهِ

اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اُس پر ایمان لے آئے گا (نزول مسیح کے وقت) اور قیامت کے دن عیسیٰ (علیہ السلام) اُن پر گواہ ہوں گے (۱۵۹) یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے اُن پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلے اُن پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہت روکتے تھے (۱۶۰) اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے کافروں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے (۱۶۱)

وَأَنَّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۚ فَيُظْلِمُ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَبِئَتْ أُحُلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۚ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے کا ذکر تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں آسمان سے واپس تشریف لانے کا ذکر ہے، اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانوں سے واپسی پر اُن پر ایمان لائے گا۔

نزول مسیح کا عقیدہ بہت سی احادیث طیبہ سے واضح ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے نزول مسیح کے باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا عیسیٰ (علیہ السلام) عنقریب تم

میں منصف، حاکم بن کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو دنیا سے فنا کر دیں گے، جزیہ کا مسئلہ ختم کر دیں گے، لوگ ایماندار ہوں گے لوگوں کی نظروں میں ایک سجدہ بے شمار نعمتوں سے زیادہ پیارا ہو گا۔ اس آئیہ کریمہ میں یہود کے اس نظریہ کی تردید واضح ہے جو انہوں نے کہا مسیح کو سولی دیدی گئی ہے اور ان پر موت واقع ہو چکی ہے۔ رب قدّوس اس عقیدہ کی تردید فرما رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بقید حیات موجود ہیں اور پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اگرچہ یہود انکار کر رہے ہیں مگر وہ آئیں گے تو انہیں ماننا پڑے گا۔

آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن رب کے سامنے تمام بے وفا یہودیوں، عیسائیوں، ظالموں کے خلاف گواہی دیں گے۔ بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کر کے اپنی آخرت کو برباد کر لیا کہ ایک جلیل القدر نبی عیسیٰ علیہ السلام اُن کے خلاف گواہی دیں گے۔ ارشاد گرامی ”قبل موته“ کے سلسلہ میں یاد رہے بعض مفسرین نے ”موتہ“ میں جو ضمیر ”ہ“ ہے اس کے متعلق ذکر کیا کہ اس کا مرجع ہر کتابی ہے کہ وہ اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے مقام نبوت کو پہچان لے گا اور ایمان لے آئے گا مگر جمہور مفسرین نے اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہی لئے ہیں کہ ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں ”قبل موت عیسیٰ علیہ السلام“ وہ فرماتے ہیں کہ ”موتہ“ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹی ہے۔ اور آپ نے تین مرتبہ ان الفاظ کو دہرایا، اس نظریہ کی تائید سورہ زخرف شریف کی اس آئیہ پاک سے ہوتی ہے ”وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بها“ بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہیں، قیامت کے آنے میں شک نہ کرو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر بھی اسی کی مؤید ہے۔ ”لعلم للساعة“ کے بارہ میں فرمایا ”قال خروج عليه السلام قبل يوم القيامة (ابن کثیر)۔ ابن کثیر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ اس عنوان پر متواتر ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ قطعی ہے جس کا انکار کفر ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں یہود کے ظلم کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہود پر حلال، پاک چیزیں حرام اس لئے کر دیں کہ وہ ظالم تھے۔ خود بھی ظالم تھے لوگوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے تھے حق کی راہ سے اُن کا روکنا دو طرح کا تھا۔ زبان سے بھی روکتے تھے اور اسلامی ضابطہ کو قبول کر کے پھر اُس کی مخالفت میں عملی دشمنی کرتے کہ لوگ اُن کا یہ انداز دیکھ کر متنفر ہوں۔ یہود کے جرائم کی فہرست میں ایک فتنہ جرم یہ بھی تھا کہ وہ سود خور تھے۔ حالانکہ انہیں اس بد عملی سے روکا گیا تھا۔ آج بھی پوری دنیا میں سب سے زیادہ سود خور قوم یہود ہی ہے۔ امریکہ کے اندر ارب کھرب پتی یہود اس فتنہ جرم میں ملوث ہیں۔ سود خوری سے یہود کو تورات میں روکا گیا جیسے خروج باب ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۷ میں ہے۔

یہود کا ایک اور ظلم یہ بھی تھا کہ لوگوں کے مال ناجائز طریقے پر ہضم کرتے تھے ان کی انہیں خرابیوں پر ہم نے گرفت کی اور کافروں کیلئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اُن کا سود کھانا ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال لینا، تورات کے احکام کے خلاف تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
لیکن اُن میں سے جو پختہ علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں وہ اس (وحی) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو عنقریب ہم اجر عظیم دیں گے (۱۶۲)

لٰكِن لِّرَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
وَالْبُقِيْبِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ
الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا

صَلَّى
عَلَيْهِ
الْعَظِيْمُ

تفسیر

قرآن مقدس کا اسلوب ہے کہ بُرے لوگوں کے بعد اچھے لوگوں کا اور عذاب کے بعد ثواب کا ذکر فرماتا ہے۔ پہلی آیات میں اُن یہود کا ذکر تھا جو آسمان سے کتاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے تھے اس آیت کریمہ میں اُن یہودیوں کا ذکر فرمایا جو علم میں راسخ ہیں اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا، ایمان لاتے ہیں اور آپ سے پہلے نازل کی گئی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں اور انہوں نے آسمانی کتابوں میں آپ کے متعلق جو بشارات پڑھی ہیں ان کے اطمینان کیلئے وہ کافی ہیں اور آپ کی تصدیق کیلئے آپ سے کوئی معجزہ طلب نہیں کرتے اور یہ لوگ اسلام کے اصول و ضوابط اور قواعد پر عمل کرتے ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا کہ جسمانی عبادت میں بیخگانہ نماز کی پابندی مشکل کام ہے اور مالی عبادت میں زکوٰۃ کی ادائیگی اہم کام ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو اجر عظیم دیں گے۔ یہود کے وہ لوگ جو ایمان و اطاعت سے باغی ہو گئے وہ ہمیشہ اور ہر مقام پر رسوا و ذلیل رہے انہیں کہیں ٹھکانہ میسر نہ آسکا۔ دو ہزار سال گزر جانے تک عزت نہ پاسکے لیکن علم میں راسخ لوگ ان سے مستثنیٰ کر دئے گئے جیسے عبد اللہ بن سلام، اسید و ثعلبہ رضی اللہ عنہم، اس آیت مبارکہ میں اُن کی تعریف کی گئی ہے۔

آیت مبارکہ میں جن لوگوں سے عظیم اجر کا وعدہ ہے وہ ان کے ایمان اور عملِ صالحہ کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علم میں راسخ وہ لوگ ہیں جن کے دل، دماغ میں علم سما گیا ہو اور نورِ علم اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہو، ان کے عقائد درست ہوں، اعمال صحیح ہوں، دل میں خدا کا خوف ہو اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ایمان کی مرکزیت یہ ہے کہ حضور ﷺ پر ایمان لایا جائے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کچھ ہوں اور حضور ﷺ پر ایمان نہ ہو تو سب کچھ بے کار ہے۔ قرآن مقدس نے ”بما انزل الیک“ فرما کر اس حقیقت کو واضح فرمادیا ہے ”وما انزل من قبلک“ کے ارشاد سے حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا واضح ہو رہا ہے کہ بعد کا ذکر نہیں۔ آیت مبارکہ میں ایمان کا ذکر تمام

اعمال سے پہلے فرمایا کہ اعمال کی قبولیت کا انحصار ایمان پر ہے اُسے اولیت حاصل ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
 اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰی نُوْحٍ
 وَالدِّيْنِ مِنْ بَعْدِهِ وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اِبْرٰهِيْمَ
 وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلْسَبٰطِ
 وَعِيسٰی وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَ
 سُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوُدَ زُبُوْرًا
 وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی (۱۶۳)

صَلَّى
الْحَقَّ

تفسیر

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہود کے دو نامور علماء و راہب ”مسکین اور عدی بن زید“ نے حضور ﷺ کے دربار میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی، وحی نہیں بھیجی چونکہ آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے ہیں لہذا نبی نہیں تو یہود کے اس اعتراض کے جواب میں یہ آیت پاک نازل ہوئی جس میں بڑی تاکید سے فرمایا گیا ہم نے آپ کی طرف ایسے وحی کی جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام پر۔ محبوب! آپ پر ایسے ہی وحی بھیجی جیسے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد، یوسف، ہارون، سلیمان علیہم السلام پر بھیجی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی۔ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمانے میں سب سے پہلے نام نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا، (آپ کا نام ”یشکر“ ہے لقب ”نوح“ ہے کہ آپ خوفِ خدا سے بہت نوحہ گریہ و زاری کرتے تھے) چونکہ نوح علیہ السلام پہلے صاحبِ شریعت نبی ہیں اور کفار و مشرکین کو ڈرانے والے پہلے پیغمبر ہیں اور آپ ہی پہلے نبی ہیں جن کی بددعا سے کفار پر عذاب آیا، تمام مابعد کے لوگ آپ کی اولاد ہیں آپ کی عمر پندرہ سو سال ہے اور تبلیغ ساڑھے نو سو سال فرمائی، اتنی طویل عمر میں نہ آپ کے بال سفید ہوئے اور نہ ہی کوئی دانت

گرا۔ آپ نے اسی قوم کے بے شمار مظالم پر بہت صبر کیا، دن رات تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ کے ایسے اہم واقعات کے سبب ہی آپ کا سب سے پہلے ذکر فرمایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے یہود کو جواب دیا جا رہا ہے (کہ کتاب یکدم نازل ہو تو نبی مانیں گے) بہت سے انبیاء علیہم السلام پر کتاب تھی ہی نہیں، نہ یکدم آئی نہ آہستہ آہستہ اتری۔ داؤد علیہ السلام کو زبور دی مگر آہستہ آہستہ پھر یہ لوگ ان تمام کو نبی کیوں مانتے ہیں؟ اگر نبوت کیلئے کتاب کا یکدم اترنا لازمی ہے تو انہیں نبی کیسے مانتے ہیں؟

وحی کے کئی معنی ہیں ”خفیہ اطلاع، اشارہ“ الہام کے معنی میں بھی وحی کا لفظ آتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں وحی وہ قطعی اور یقینی علم ہے جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے مخفی اپنے انبیاء کے دلوں میں إلقاء فرماتا ہے یہ إلقاء کبھی فرشتہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے کبھی بغیر فرشتہ کے۔ (بلا واسطہ)

نوح علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ ابوالانبیاء ہیں حضرت آدم، شیث، ادریس، نوح، صالح، ہود، لوط علیہم السلام کے علاوہ تمام انبیاء آپ کی اولاد سے ہیں، تمام دینوں میں آپ کا احترام ہے۔ ابراہیم کے معنی ہیں ”مہربان باپ“ (اب رحیم) اسماعیل علیہ السلام آپ کے بڑے بیٹے ہیں یہ حضور ﷺ کے جدِ امجد ہیں، اسحاق علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کے جدِ امجد ہیں، یعقوب علیہ السلام کے والد ماجد ہیں یعقوب کے لفظی معنی ہیں ”عقب میں آنے والا“ چونکہ آپ جڑواں پیدا ہوئے تھے پہلے عیص اور پھر یعقوب۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو ”اسباط“ کہا جاتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام، ایوب، یونس، سلیمان، داؤد علیہم السلام سے پیچھے آئے ہیں مگر نام پہلے ذکر فرمایا گیا کہ صاحبِ کتاب ہیں، صاحبِ معجزات ہیں، روحِ اللہ ہیں۔ آخر میں داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا آپ کی خوش الحانی آپ کا معجزہ تھی۔ آپ جب زبور شریف کی تلاوت فرماتے تو انسان، حیوان، جنات، پرند جمع ہو جاتے تھے۔ (تفسیر خازن)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ
رُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ
مُوسَى تَكْلِيمًا ۚ رُسُلًا نُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ
وَنُنَذِرُ الْمُنَافِقِينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةً بَعْدَ
الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور ہم نے رسول بھیجے جن کا قصہ ہم نے اس
سے پہلے آپ کو بیان کر دیا اور ہم نے ایسے
رسول بھی بھیجے جن کا قصہ ہم نے (ابھی تک)
آپ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ (علیہ
السلام) سے (بلا واسطہ) کلام فرمایا (۱۶۴) اور
ہم نے خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے
والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں
کیلئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہت
غالب بڑی حکمت والا ہے (۱۶۵)

تفسیر

نوح علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ذکر فرمانے میں حکمت معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے
پاس مختلف طریقوں سے وحی آتی ہے۔ کبھی فرشتہ کے ذریعہ، کبھی کتاب کے ذریعہ، کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست
اپنے نبی سے بات کرتا ہے، لہذا یہود کا یہ مطالبہ کہ حضور (ﷺ) پر توراۃ کی طرح کتاب لکھی ہوئی نازل ہو تو
مان لیں گے یہ مطالبہ بے معنی، لغو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

آیہ مبارکہ میں جو ذکر فرمایا گیا کہ کچھ رسولوں کا ہم نے آپ پر ذکر نہیں کیا اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو جائے
کہ حضور (ﷺ) کو کچھ رسولوں کا پتہ تھا کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کا پتہ نہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ کچھ رسولوں
کے نام قرآن پاک میں بیان نہیں فرمائے گئے۔ حضور (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی خبر دی۔
آیہ کریمہ میں نفی گزرے ہوئے زمانہ کی ہو رہی ہے اس کا معنی یہ نہیں کہ مستقبل میں بھی نہ بتایا گیا ہو۔ آیہ
کریمہ کے آخر میں موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کا ذکر فرمایا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارہ

میں اس عنوان پر خروج باب ۳۲ آیہ ۱۱ میں بھی اس طرح درج ہے ”خداوند زور و ہوا کر موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کرتا تھا“

پچھلی آیہ مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا اس میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں، یہود نے اعتراض کیا یہاں انبیاء کا ذکر ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام کا نہیں۔ تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی جس سے موسیٰ علیہ السلام کا اُن کے خاص اعزاز کے ساتھ ذکر فرمادیا گیا۔ ہر نبی کو بذریعہ فرشتہ وحی، کلام کا موقع ملا مگر موسیٰ علیہ السلام کو بلا حجاب۔ یہ آپ کا معجزہ ہے مگر ہمارے حبیب پاک علیہ السلام کو اس شان سے بلند و بالا شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف ملا ہے۔

اگلی آیہ پاک میں انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں بھیجنے کی حکمت کو بیان فرمایا گیا کہ انبیاء دُنیا میں ایمان داروں کو خوشخبری سنائیں، کفار کو ڈر سنائیں تاکہ لوگ قیامت کے دن یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمیں تو تیری رضا یا ناراضگی کا پتہ ہی نہ تھا۔ اگر علم ہوتا تو ضرور اتباع کرتے، انبیاء علیہم السلام کو معجزات و کمالات کے ساتھ بھیجا اور انہوں نے لوگوں کو حق کی راہ بتائی۔ اس صورت میں دین قبول نہ کرنے کا بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ وحی الہی ایسی حجت ہے اس کے سامنے کوئی دوسری حجت کامیاب نہیں ہو سکتی اور رسولوں کے آنے کے بعد یہ عذر کوئی معنی نہیں رکھتا کہ انبیاء علیہم السلام نے انہیں واضح طور پر حق و باطل کا فرق بتایا ہے، حق پر چلنے کی ہدایت کی، کفر و شرک اور بُری راہوں سے آگاہ کیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

لَٰكِنَ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهُ
 يَعْلَمُهَا الْمَلٰٓئِكَةُ يُشْهَدُوْنَ وَاَكْفٰى
 بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝۱۶۷ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدَّقُوْا
 عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝۱۶۸
 اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
 لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَاَلَّا يَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝۱۶۹
 اِلَّا طَرِيْقًا جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۝۱۷۰
 وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۱۷۱

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی
 طرف نازل کیا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل کیا
 اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کا گواہ ہونا
 کافی ہے (۱۶۷) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا
 اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا وہ گمراہ ہو
 گئے بہت دور کی گمراہی میں (۱۶۸) بے شک
 وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں
 بخشے گا اور نہ ہی انہیں کوئی راہ دکھائے گا (۱۶۹)
 مگر دوزخ کی راہ جس میں وہ ہمیشہ رہیں
 گے اور یہ کام اللہ پر آسان ہے (۱۷۰)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے، محبوب! کفار و مشرکین آپ کی گواہی دیں یا نہ دیں، لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ
 تو اس کا نبی ہے، رسول ہے، تورات و انجیل، زبور اور صحائف کے ذریعہ سے گواہی بھی خدا کی گواہی ہے۔
 قرآن اور اس کے ذریعہ سے گواہی بھی خدا کی گواہی ہے۔ معجزات و کمالات کے ذریعہ سے گواہی بھی خدا
 کی گواہی ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کے سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یہود کی
 ایک جماعت بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے اُن کے سامنے اپنے رسول ہونے کا ذکر
 فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو یہود نے کہا ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی،
 محبوب! (ﷺ) آپ کو کوئی ماننے یا نہ ماننے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے تم پر نازل کیا ہے وہ اپنے

علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں۔

اے محبوب! (ﷺ) تیری نبوت، تیری رسالت ثابت کرنے کیلئے کفار و مشرکین کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ شہادت دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت بہت کافی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ تورات، انجیل میں جو حضور ﷺ کے کمالات ذکر ہوئے، یہود و نصاریٰ نے ان کا انکار کیا، لوگوں کو دُور کرنے کی کوشش کی، کافروں اور ظالموں کو اللہ نہ معاف فرمائے گا اور نہ ہی انہیں سیدھی راہ دکھائے گا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی ذات والا صفات کا انکار کر کے آپ کے کمالات کو ٹھکرا کر حق قبول کرنے کی استعداد برباد کر دی اور اپنی بد اعمالیوں کے ذریعہ اپنے آپ کو جہنم کا حق دار ٹھہرایا جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہدایت آپ کی اتباع کا نام ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا۔ فرشتوں کا گواہی دینا حضور ﷺ کی عظمت کے اظہار کیلئے ہے ایمان لانے کیلئے نہیں وہ تو پیدائشی ہی مومنین ہیں۔ فرشتے حضور ﷺ کی گواہی دے کر اپنے آپ کو بارگاہ رب میں مزید مقرب بنا رہے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا پس تم اپنی بہتری کیلئے ایمان لے آؤ اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ کیلئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا اور

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۰

ﷺ
الصلوة
العظمیٰ

بڑی حکمت والا ہے۔ (۱۷۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ ہم نے قرآن پاک اپنے علم سے اُتارا اور یہ جان کر اُتارا کہ یہ کس ذات پر اُترنا چاہئے۔ اس آیہ پاک میں لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ رسول بڑی شان والا رسول ہے، اللہ کی طرف سے آیا ہے، اس پر ایمان لاؤ اس میں تمہاری ہی بہتری ہے، تم تو خوش نصیب لوگ ہو کہ یہ رسول تم میں جلوہ گر ہوا، پہلی قومیں تو ان کے اُمتی ہونے کی تمنائیں کرتی گذر گئیں۔ ”وَان تَكْفُرُوا“ سے اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے لوگو! اگر تم سارے کے سارے بھی کافر ہو جاؤ تو اُن کا اور اُن کے رب کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے، تمہارے کفر کرنے سے اُن کی نبوت، اُن کی عظمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی نہ تم کچھ اس کا بگاڑ سکو گے کہ زمینوں، آسمانوں کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہے اور وہ علم والا بھی ہے، حکمت والا بھی۔

آیہ کریمہ کے شروع میں ارشاد ہوتا ہے، ”اے انسانو!“ معلوم ہوا محبوب پاک علیہ السلام کی تشریف آوری کسی ایک مُلک، کسی ایک قوم، کسی ایک علاقہ کیلئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے۔ ویسے تو حضور ﷺ کی نبوت انسان، جن، فرشتے، چرند پرند اور سبھی کائنات کیلئے ہے، مگر مخاطب انسان ہے کہ مرکزی مخلوق یہی ہے۔ مخلوق میں حیوانات، نباتات، جمادات سبھی شامل ہیں اور آپ ان سب کے رسول ہیں۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے، وہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آئے ہیں۔ جس سے واضح ہے کہ رسول ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہر قول، ہر عمل حق ہے اور یہ سراپا حق ہیں جیسے ایک حدیث پاک میں یہ ارشاد بھی ہے۔ ”وَاللّٰهُ مَا تَخْرُجُ مِنْ فَمِيْ هٰذَا اِلَّا الْحَقُّ“ (اللہ کی قسم! میرے منہ سے حق کے بغیر کچھ نکلتا ہی نہیں ہے)

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ علیم ہے حکیم ہے وہ تمہاری ساری حرکات کو جانتا ہے، وہ تمہارے کردار سے بے خبر نہیں، وہ جانتا ہے کہ اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں سے کیسے نمٹنا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا
عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى
ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا
إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ إِنَّهُمْ خَيْرٌ إِنَّمَا
اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ
لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى
بِاللَّهِ وَكِيلًا

صَلَّى
الْحَطِيمِ

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو، اور اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ بولو، مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اُس کی رُوح ہے تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین ہیں، اس (عقیدہ) سے ہٹ جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، صرف اللہ کی ذات ہے جو عبادت کی مستحق ہے اور وہ اولاد سے پاک ہے، اُس کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے (۱۷۱)

تفسیر

اس سے پہلے آیات میں یہودی گستاخیوں کا ذکر ہے، انہوں نے حضرت مریم پر بیعتان باندھا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ سولی پر لٹکانے کا چرچا کیا، یہ ساری باتیں عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں تھیں۔ اس آیت پاک میں عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور نصاریٰ کو اُنکی شان میں اُن کے مقام سے بڑھ چڑھ کر ماننے کی مذمت کی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حق کے علاوہ اور کچھ نہ کہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ عقیدہ ختم کرو کہ خدا ان میں حلول کر گیا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف پہنچایا اور اس کی طرف سے رُوح تھی۔

آپ کو کلمہ فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ آپ بغیر کسی واسطہ کے محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ گُن اور اس کے حکم سے پیدا ہوئے جیسے آدم علیہ السلام کو بغیر وسیلہ ماں باپ کے پیدا کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے کلمہ گُن سے پیدا فرمایا۔

نصاری نے حد سے تجاوز اس طرح کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا بلکہ کبھی باپ کہا، کبھی بیٹا کبھی روح القدس کہا، کبھی تینوں کو بہ یک وقت مانا، یہ زیادتی تھی جس سے روکا گیا۔

باپ، بیٹا، روح القدس کے عنوان پر میری کتاب ”آئینہ حق“ میں تفصیلی بحث موجود ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلمہ گُن کی تخصیص اس لئے ہے کہ آپ کی پیدائش میں نطفہ کو دخل نہیں ہے، اور نطفہ پیدائش انسانی کا قریبی سبب ہے، یہاں پر یہ قریبی سبب نہیں لہذا آپ پر کلمہ کن سے پیدا ہونے کا اطلاق ہوا جو دور کا سبب ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح بھی فرمایا گیا، رُوح پھونک کو بھی کہتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری تھی جس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، قرآن مقدس نے بھی پھونک پر رُوح کا اطلاق کیا ہے، ”فنفخنا من روحنا“ ہم نے مریم کے گریبان میں، جبریل کی وساطت سے رُوح پھونک دی۔ اللہ کی طرف اضافت کہ عیسیٰ رُوح اللہ ہیں ایسے ہی ہے جیسے خانہ کعبہ کو بیٹ اللہ کہا گیا ہے، بیت اُسے کہتے ہیں جس میں رات گزاری جائے، اب اللہ تعالیٰ تو رات گزارنے سے پاک ہے، یہ اضافت تشریفی ہے ایسے ہی یہاں بھی اضافت تشریفی ہے، معنی ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام عظیم الشان بلند مقام رُوح ہیں۔

آئیہ مبارکہ میں عیسائیوں کو عقیدہ تثلیث سے روکا گیا ہے وہ تین خداؤں کے قائل ہیں۔ ”اللہ، عیسیٰ، مریم“ انہیں ”اُتائیم ثلاثہ“ کہتے ہیں بعض عیسائی اللہ، عیسیٰ اور رُوح القدس کو تین خدا مانتے ہیں، ان گروہوں کی تردید فرمائی گئی ہے اور اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ خدا ایک ہی ہے وہ

اولاد سے پاک ہے۔ دوسری جگہ پر قرآن مقدس نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے، ”وما من الہ الا الہ واحد“ الہ صرف ایک ہی ہے۔ قرآن مقدس نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کو بھی کفر قرار دیا ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے (معاذ اللہ)

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ خدا واحد لا شریک ہے اس کی اولاد نہیں جیسے وہ زمین و آسمان کا مالک ہے، خالق ہے ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کا بھی خالق ہے، مالک ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اس کی مخلوق ہیں، بیٹا نہیں، پادریوں سے اس عنوان پر متعدد مرتبہ باتیں ہوئی ہیں حیرت ہے وہ توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی یہ ایک ناقابل حل مسئلہ ہے جو ان سے آج تک نہ حل ہو سکا، نہ ہو سکے گا۔ اس عظیم جھگڑے پر عیسائی گروہ درگروہ تقسیم ہوتے چلے گئے ہیں یہ ان کا غلو ہے جس سے ”لا تغلوا“ فرما کر روکا گیا ہے۔ اس مشکل مسئلہ کا حل صرف یہی ہے کہ خدائے قدوس کو وحدہ لا شریک تسلیم کیا جائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا نبی اور رسول مانا جائے، الوہیت میں شریک نہ کیا جائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ
وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ
عَنْ عِبَادَتِي وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيَّ جَمِيعًا
فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِيْهِمْ
أُجُورُهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا
الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا فَسَيُعَذِّبُهُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ
دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَلَمِ

مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں
گے اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو لوگ اللہ کی
عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں تو
اللہ ان سب کو اپنے سامنے جمع کرے گا (۱۷۲)
جو لوگ ایمان لائے اور کام اچھے کئے تو اللہ
انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور انہیں
اپنے فضل سے زیادہ اُجڑے گا اور جن لوگوں نے
عبادت کو عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک
عذاب دے گا اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا کوئی کار
ساز اور مددگار نہیں پائیں گے (۱۷۳)

تفسیر

بھلی آیہ پاک میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت، اُن کے ”کلمۃ اللہ“، ”روح اللہ“ ہونے کا
ارشاد فرمایا گیا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اتنی بڑی عظمتوں اور کمالات کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے
بندے ہیں اور اللہ کے ہی عبادت گزار ہیں اور اپنے کو بندہ سمجھنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔
عیسائیوں سے فرمایا جا رہا ہے تم تو عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہنے میں اُن کی توہین مانتے ہو وہ خود تو اپنے کو بندہ
کہتے ہیں، توہین نہیں جانتے وہ تو اللہ کی عبادت کرنے میں ہرگز شرم محسوس نہیں کرتے بلکہ مقرب فرشتے
بھی اللہ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے وہ اللہ کے پیارے مقبول ہیں، جو لوگ عبادت کرنے سے تکبر
کرتے ہیں انہیں اور نیک کام کرنے والوں کو قیامت میں جمع فرمائے گا۔

ایمانداروں اور عمل صالح والوں کو پورا پورا اُجڑے گا اور اپنے فضل سے زیادہ دے گا اور جنہوں نے

عبادت کو عار سمجھا اور تکبر کیا انہیں دردناک عذاب دے گا اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے کہ وہ انہیں اللہ کے غضب سے بچا سکے۔ آیہ مبارکہ میں عیسائیوں سے فرمایا جا رہا ہے تم تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ کہتے ہو کہ وہ ”الہ“ ہے ان کی تخلیق سے زیادہ حیران کن تخلیق فرشتوں کی ہے عیسیٰ علیہ السلام تو ماں کے ذریعہ سے وجود میں آئے، فرشتے تو بغیر ماں باپ کے کلمہ گن سے پیدا ہوئے وہ بھی اللہ کی عبادت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے اس کے اطاعت گزار کہلانے میں عار نہیں سمجھتے تو عیسیٰ علیہ السلام کیسے عبادت کو عار جانیں گے۔

”استنکاف“ کہتے ہیں تکبر و غرور سے کسی چیز سے رک جانا، عیسیٰ علیہ السلام کی ذات والا صفات سے تمام گناہوں کی طرح تکبر و غرور کی بھی نفی کی جا رہی ہے کہ نبی تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ نبی کا معصوم ہونا ملت اسلامیہ کا متفقہ مسئلہ ہے، نبی اپنی عظیم حیثیت اور جلیل القدر مرتبت کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی عبودیت سے وابستہ رکھنا عظیم سعادت سمجھتا ہے، ہمارے حضور ﷺ کی نسبت بے شمار فضائل و کمالات کے باوجود اپنے کو ”عبد“ کہنے، عبودیت سے وابستہ رہنے میں فخر محسوس فرماتے ہیں۔ مسند امام احمد میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میری مدح میں مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا ”انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ“ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

اللہ کا عبادت گزار بندہ ہونا ایک عظیم منصب ہے، ایک عظیم شرافت ہے، بہت بڑی عزت ہے اس میں نہ عیسیٰ علیہ السلام کو عار ہے نہ اس کے مقربین فرشتوں کو شرم ہے۔ فرشتوں کے مقربین ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، افضل انبیاء ہی ہیں، آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں سے سجدہ کروانا اس کی واضح دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے
مضبوط دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف واضح
نور نازل کیا ہے (۱۷۵) جو لوگ ایمان لے
آئے اور انہوں نے اُسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو
اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل
کرے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والا
سیدھا راستہ دکھائے گا۔ (۱۷۶)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۚ فَأَتَا الَّذِينَ
آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ
فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيَهُمْ إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اللہ
صَدَقَ
الْحَقَّ

تفسیر

گزشتہ آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا، عیسائیوں کے غلط نظریات کی تردید تھی اب اس آیہ کریمہ
میں حضور سید الانبیاء ﷺ کی عظمت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے زبردست قوی دلیل ہیں،
”برہان“ کا معنی قوی دلیل ہے۔ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما
فرماتے ہیں دلیل سے کسی شئی کو پہچانا جاتا ہے، حضور ﷺ کے پہچاننے کیلئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہی
نہیں وہ سراپا برہان ہیں، دلیل ہیں، آپ کے اخلاق کریمانہ، آپ کی عادات مبارکہ، آپ کے اوصاف
حسنہ، آپ کے حیران کن معجزات، آپ پر کتاب کا نزول، یہ تمام امور آپ کے نبی و رسول ہونے کے کھلے
دلائل ہیں، جنہیں دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ آپ کی ذات مبارکہ ایک قوی
دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو معجزات ملے چند ہیں مگر حضور ﷺ سراپا معجزہ ہیں آپ کے معجزات کی تعداد
عقل سے وراء ہے۔

”ایہا الناس“ اے لوگو! کا خطاب واضح کر رہا ہے حضور ﷺ تمام بنی نوع انسان کیلئے رسول ہیں،
پیغام حق تو حضور ﷺ نے سب کو سنایا ہے جنہوں نے وہ پیغام قبول کیا وہ امتِ اجابت ہے جس نے انکار کیا

وہ اُمت دعوت ہے، یہ بھی یاد رہے کہ صرف انسانوں کے ذکر کرنے سے مراد یہ نہیں کہ آپ صرف انسانوں کے رسول ہیں، آپ جنات کے بھی رسول ہیں فرشتوں کے بھی رسول ہیں، انسان کا ذکر اس لئے کہ تمام مخلوق پر اُس کی عظمت ہے ورنہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں ”بعثت الی الخلق کافہ“ میں پوری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

دلیل بن کر آنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اِس عظیم دلیل سے رب قدوس کے رب ہونے، مالک و خالق ہونے اور رب کی صفات کا پتہ چلے کہ آپ ہی وہ رسول ہیں جو رب کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی۔ کسی بھی شئی کے پہچاننے کیلئے عقل و فکر، ہوش کام دیتے ہیں، خدائے قدوس کی ذات گرامی کے جاننے کیلئے عقل، فکر، ہوش و حواس کام نہیں دیتے وہاں تک جانے کیلئے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے جو زبردست قوی دلیل ہیں۔

ہر نبی نے خدا کے بارہ میں جبریل علیہ السلام کی وساطت کا ذکر کیا ہے کہ اُن کے ذریعہ سے انہیں پیغام ملتا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ”رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ“ میں نے اپنے رب کو حسین شکل میں دیکھا ہے، یہاں جبریل علیہ السلام کا ذکر تک نہیں تو آپ رب کی پہچان کی زبردست دلیل ہیں، فرمایا جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُس کی رسی مضبوطی سے تھام لی تو انہیں کئی انعامات دیئے جائیں گے، اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا انہیں فضل سے نوازے گا، اپنے تک پہنچنے والا راستہ دکھائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ
 إِنْ امْرُؤٌ أَهْلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتُ
 فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ
 يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا
 الشُّلُوكُن مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا
 وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ
 يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ
 شَيْءٍ عَلِيمٌ

صَلَّى
 الْعِظِيمِ

لوگ تم سے کلالہ کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں آپ
 کہہ دیجئے اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص
 بے اولاد مر جائے اور اُس کی ایک بہن ہو تو وہ
 اُس کے ترکہ سے نصف پائے گی اگر بہن بے
 اولاد مر جائے تو وہ بھائی اُس کا وارث ہوگا اگر
 میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکہ میں سے دو
 تہائی کی مالک ہوں گی اور اگر کئی بہن بھائی ہوں تو
 عورتوں کا ایک اور مردوں کا دو ہر حصہ ہوگا اللہ
 تمہارے لئے احکام کی وضاحت کرتا ہے کہ تم
 گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (۱۷۷)

تفسیر

طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کلالہ کے
 مسئلہ میں اشکال پیش آیا کہ جس میت کی نہ اولاد ہو نہ ماں باپ اُس کی میراث کی تقسیم کیسے ہوگی؟ تو یہ آیہ
 مبارکہ نازل ہوئی، سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سخت بیمار ہو گیا، میری بیمار پُرسی کیلئے
 حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، جابر فرماتے ہیں میں بے ہوش تھا حضور ﷺ
 نے وضو فرمایا اور وضو کے پانی کے چھینٹے مجھ پر مارے، مجھے ہوش آئی میں نے حضور ﷺ سے عرض کی
 یا رسول اللہ ﷺ میں کلالہ ہوں کوئی اولاد نہیں، والد بھی نہیں میرا مال کیسے تقسیم ہوگا؟ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی
 حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ محبوب! آپ سے صحابہ کلالہ کے بارہ میں فتویٰ چاہتے ہیں، تو آپ فرما
 دیں رب تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے اولاد نہ ہو اور نہ ہی ماں باپ

ہوں اور اُس کے صرف ایک بہن ہو تو اُسے کلالہ کے مال سے آدھا حصہ ملے گا اور اگر کلالہ عورت فوت ہو گئی نہ اس کی اولاد ہے نہ ماں باپ صرف بھائی ہے تو وہ کلالہ عورت کے مال کا وارث ہو جائے گا اگر کلالہ میت کی بہن دو یا زیادہ ہوں تو انہیں متروکہ مال سے دو تہائی ملے گا یہ دونوں صورتیں اس وقت ہوں گی جب کلالہ کی صرف بہنیں ہوں اگر کلالہ کے بھائی بہن دونوں ہوں تو اس کا مال اس طرح تقسیم ہوگا کہ (مذکر) بھائی کو بہن سے دو گنا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تقسیم کی صورتِ حال واضح طور پر بتا دی ہے کہ تم بھٹک نہ جاؤ اس تقسیم پر کسی قسم کا اعتراض نہیں چاہئے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معاملات و مسائل میں حضور ﷺ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اپنی عقل و فکر سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے، اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی حالت یہ ہے کہ وہ تو انبیاء علیہم السلام اور وحی الہی کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ اس آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اگر کسی مسئلہ پر حکم الہی موجود نہ ہوتا تو آپ حکم فرمانے میں، وحی الہی کا انتظار کرتے جب وحی نازل ہوتی تو حکم نافذ فرماتے۔ اس آیہ کریمہ سے حضور ﷺ کی یہ عظمت بھی واضح ہو رہی ہے کہ سوال آپ سے ہوتا ہے جواب خدا دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِیْ خَلْقِہٖ

سورۃ مائدہ

﴿مدنیہ ہے، ایک سو بیس آیات اور سورۃ رکوع ہیں﴾

چونکہ اس سورہ میں عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والے دسترخوان کا ذکر ہے اسی باعث اس کا نام ”مائدہ“ ہوا۔ قوم نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ”هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء“ کیا تیرا رب یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اُتارے۔ اس سورہ کا نام ”عقود“ بھی ہے اس سورہ پاک میں قریباً اٹھارہ قسم کے احکام اُتارے گئے ہیں۔ سورہ پاک کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ پاک ۱۷۷ کے آخر میں یا ۱۷۸ کے اوائل میں نازل ہوئی۔ اس سورہ شریف میں شعائر اللہ کے احترام کا حکم دیا گیا ہے، زائرین کعبہ سے الجھاؤ پیدا نہ کرنے کا درس ہے، کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی قطعی حدود قائم کر دی گئیں، بغاوت چوری کی سزائیں مقرر کر دی گئیں، شراب جوئے کو قطعی حرام قرار دے دیا گیا۔

یہ سورہ پاک مدنی ہے اس کے نزول کے زمانہ میں چند اہم باتیں نمایاں ہو چکی تھیں، کفار کی قوت بڑی میں بدل چکی تھی، یہود کا زور ٹوٹ چکا تھا، مسلمانوں پر ظلم کی تاریک رات ختم ہو چکی تھی۔ دین کے مکمل ہونے اور بے پناہ انعامات الہیہ کی تکمیل کا پیغام اس سورہ پاک میں ہے۔

”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً“
کس قدر حسین منظر ہوگا، جب یہ حکم نازل ہوا ہوگا۔ اس سورہ پاک کے نزول کے دور میں بُت پرستی تو قریباً تباہی سے ہمکنار ہو چکی تھی مگر عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کو فروغ دینے میں نصاریٰ کی بہت سی کاوشیں ہو رہی تھیں۔ اس سورہ پاک میں قرآن مقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کا اعلان کیا اور اس بات پر مضبوط گرفت کی کہ جو ماں کے شکم سے پیدا ہو، جو کھانے پینے کی احتیاج رکھے وہ خدا کیسے ہو

سکتا ہے؟ ان سارے عنوانات کو اپنے اپنے مقام پر واضح کیا جائے گا۔

اس سورہ پاک میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ عدل پر قائم رہیں چونکہ حکمرانی ایک ایسا نشہ ہے جس سے گناہ اور بد عہدی جیسے جرائم کا ارتکاب ہو جاتا ہے، مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اپنے پیش رو یہود و نصاریٰ کے عمل بد عہدی سے بچیں اور وعدے پر ثابت قدم رہیں اسے توڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرح انجام سے دوچار نہ ہوں جس سے وہ ہوتے تھے۔ اپنے تمام معاملات میں، فیصلوں میں احکام الہیہ کے پابند رہیں اور منافقت کی روش سے بچیں۔ اس سورہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کو نصیحت کی گئی ہے اور انہیں پھر ایک بار ان کے غلط رویہ پر متنبہ کیا گیا ہے، اور انہیں راہِ راست پر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چونکہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے قوموں میں اسلام کی دعوت کو عام کرنے کا موقعہ نکل آیا تھا اس لیے عیسائیوں کو اسی تفصیل کے ساتھ خطاب کر کے ان کے عقائد کی غلطیاں بتائی گئی ہیں اور انہیں حضور ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ مائدہ

﴿مدنیہ ہے، ایک سو بیس آیات اور سورہ رکوع ہیں﴾

چونکہ اس سورۃ میں عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والے دسترخوان کا ذکر ہے اسی باعث اس کا نام ”مائدہ“ ہوا۔ قوم نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ”هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء“ کیا تیرا رب یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اُتارے۔ اس سورۃ کا نام ”عقود“ بھی ہے اس سورۃ پاک میں قریباً اٹھارہ قسم کے احکام اُتارے گئے ہیں۔ سورۃ پاک کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورۃ پاک ۱۷۷ کے آخر میں یا ۱۷۸ کے اوائل میں نازل ہوئی۔ اس سورہ شریف میں شعائر اللہ کے احترام کا حکم دیا گیا ہے، زائرین کعبہ سے الجھاؤ پیدا نہ کرنے کا درس ہے، کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی قطعی حدود قائم کر دی گئیں، بغاوت چوری کی سزائیں مقرر کر دی گئیں، شراب جوئے کو قطعی حرام قرار دے دیا گیا۔

یہ سورۃ پاک مدنی ہے اس کے نزول کے زمانہ میں چند اہم باتیں نمایاں ہو چکی تھیں، کفار کی قوت بڑی دلی میں بدل چکی تھی، یہود کا زور ٹوٹ چکا تھا، مسلمانوں پر ظلم کی تاریک رات ختم ہو چکی تھی۔ دین کے مکمل ہونے اور بے پناہ انعامات الہیہ کی تکمیل کا پیغام اس سورہ پاک میں ہے۔

”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا“
کس قدر حسین منظر ہوگا، جب یہ حکم نازل ہوا ہوگا۔ اس سورہ پاک کے نزول کے دور میں بُت پرستی تو قریباً تباہی سے ہمکنار ہو چکی تھی مگر عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کو فروغ دینے میں نصاریٰ کی بہت سی کاوشیں ہو رہی تھیں۔ اس سورۃ پاک میں قرآن مقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کا اعلان کیا اور اس بات پر مضبوط گرفت کی کہ جو ماں کے شکم سے پیدا ہو، جو کھانے پینے کی احتیاج رکھے وہ خدا کیسے ہو

سکتا ہے؟ ان سارے عنوانات کو اپنے اپنے مقام پر واضح کیا جائے گا۔

اس سورہ پاک میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ عدل پر قائم رہیں چونکہ حکمرانی ایک ایسا نشہ ہے جس سے گناہ اور بد عہدی جیسے جرائم کا ارتکاب ہو جاتا ہے، مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اپنے پیش رو یہود و نصاریٰ کے عمل بد عہدی سے بچیں اور وعدے پر ثابت قدم رہیں اسے توڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرح انجام سے دوچار نہ ہوں جس سے وہ ہوتے تھے۔ اپنے تمام معاملات میں، فیصلوں میں احکام الہیہ کے پابند رہیں اور منافقت کی روش سے بچیں۔ اس سورہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کو نصیحت کی گئی ہے اور انہیں پھر ایک بار ان کے غلط رویہ پر متنبہ کیا گیا ہے، اور انہیں راہِ راست پر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چونکہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے قوموں میں اسلام کی دعوت کو عام کرنے کا موقعہ نکل آیا تھا اس لیے عیسائیوں کو اسی تفصیل کے ساتھ خطاب کر کے ان کے عقائد کی غلطیاں بتائی گئی ہیں اور انہیں حضور ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَنُفِذُوا بِالْعُقُودِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، تمہارے لئے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کئے گئے ہیں، ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر تلاوت کیا جائے گا، لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ (۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

اللہ
اصدق
العظمیٰ

تفسیر

آیہ مبارکہ کا آغاز ”یا ایہا الذین امنوا“ سے فرمایا گیا، آیہ پاک میں ”آمنوا“ کے خطاب سے قومیت اور اجتماعیت کا درس ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں رسول اللہ ﷺ کو ماننے والے ایک قوم ہیں اور نہ ماننے والے دوسری قوم ہیں یہی بنیاد تھی جس نے کفر کے خاندانی رشتوں کو توڑا اور فارسی، حبشی، رومی کے رشتوں کو جوڑا، پھر ”او فو بالعقود“ کا حکم دیا گیا، اے ایمان والو! اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو، ”آمنوا“ کے ارشاد کے بعد معاہدوں کی پابندی کا ذکر بتاتا ہے کہ یہ عین ایمان کا تقاضا ہے کہ عہد و پیمان کی پابندی کی جائے۔ ان معاہدات سے مراد وہ معاہدات بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایمان و اطاعت کے متعلق کیے وہ معاہدات بھی مراد ہیں جو حلال و حرام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے، وہ معاہدات بھی مراد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ یہ سب قسم کے معاہدات لفظ ”عقود“ میں آجاتے ہیں، اس آیہ کریمہ میں تمام معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام، شریعت اور دین کے خلاف معاہدہ کے پورا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ خلاف شریعت معاہدوں کا ختم کرنا ضروری ہے، شریعت کے خلاف معاہدہ پورا نہ کیا تو یہ بندہ خلاف معاہدہ کی سزا سے مستثنیٰ ہوگا کہ خدا کی مخالفت میں کسی بندے کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ معاہدوں کی پابندی کے ذکر کے بعد احکام الہی کا ذکر شروع ہے، جن کی تعمیل کا وعدہ ہر مسلمان اسلام قبول کرتے وقت اپنے رب سے کرتا ہے، مشرکین عرب نے اپنے غلط عقائد و نظریات کے پیش نظر کئی جانور اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے، اور کئی مویشی جانور بطور سزا بنی اسرائیل پر حرام کر دیئے گئے تھے، مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ جانور تمہارے لیے حلال ہیں۔ ”بہیمہ“ اس جانور کو کہتے ہیں جو بے عقل ہو اور یہ خشکی کے چار پاؤں والے جانوروں کے ساتھ خاص ہے۔ ”انعام“ کا لفظ اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری پر بولا جاتا ہے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بہیمہ کو بہیمہ اس لیے نہیں کہا جاتا کہ اس میں ادراک نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ فہم و ادراک سے کوئی جانور بھی خالی نہیں ہاں درجات کا فرق ضرور ہے ان چیزوں میں اتنی عقل نہیں جس قدر انسان میں ہے، اسی بناء پر انسان کو مکلف بنایا گیا ہے۔ جانوروں کو مکلف نہیں بنایا گیا ورنہ اپنی ضروریات زندگی کی حد تک ہر جانور بلکہ ہر شجر و حجر کو قدرت نے ادراک بخشا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، ”وان من شئی الا یسبح بحمدہ“ چیزوں میں ادراک نہ ہوتا تو یہ اپنے خالق و مالک کو کس طرح پہچانتیں، اور اسکی تسبیح کس طرح کرتیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے اس حکم کی حدود کے اندر رہ کر پابندی کرو، نہ تو مجوسی اور بت پرستوں کی طرح مطلقاً ان جانوروں کے ذبح کرنے کو ہی حرام قرار دو اور نہ ہی عام گوشت خور فرقوں کی طرح ہر جانور کو کھاؤ اور جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان سے بچو۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہر جانور کی حقیقت کو اور انسانوں کے اندر کی کیفیات کو بہتر جانتا ہے وہ پاک، طیب، صاف ستھری چیزوں کو حلال فرماتا ہے، جن کے کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق پر بُرا اثر نہ پڑے۔ اور ناپاک جانوروں سے منع فرماتا ہے کہ انسانیت کی صحت کے لیے مہلک ہیں اور اخلاق کو خراب کرتے ہیں اسی لیے اس حکم

سے چند چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا، جن سے انسان کو نہ بچنے کا حکم دیا گیا ہے، پہلا حکم یہ کہ وہ جانور جن کی حرمت قرآن پاک میں بیان کر دی گئی ہے ان سے بچو، مُردار جانور یا خنزیر وغیرہ۔ دوسرا حکم یہ فرمایا گیا ”غیر محلی الصيد وانتم حرم“ جو جانور تم پر حلال کیے گئے ہیں اور جنگل کا شکار بھی حلال ہے مگر جب تم حج یا عمرہ کا احرام باندھو تو اس وقت شکار کرنا گناہ ہے اس سے بچو۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرما دیا گیا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، کسی کو حق نہیں کہ اس کے ماننے پر اعتراض کرے، بُت پرستوں کا یہ اعتراض بے جا ہے کہ جانور کو ذبح کرنا ظلم ہے اور کھانا ناجائز ہے اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے خوراک بنا دیا ہے زمین کی مٹی درختوں کی غذا ہے، درخت جانوروں کی غذا ہیں اور جانور انسان کی غذا ہیں اور انسان کسی کی غذا نہیں بن سکتا۔

اس آیہ پاک میں رَبِّ قَدَّوْسِ جلّ مجدہ نے حضور ﷺ، والدین، اعزاء و اقرباء اور پوری انسانیت سے کیے گئے وعدوں کو نبھانے کا حکم دیا گیا ہے، جس کی پابندی ضروری ہے، قرآن مقدس نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا“ تفسیر میں مذکور ہے کہ ناجائز کاموں کے وعدے ہرگز پورے نہ کیئے جائیں گے، وعدوں کی پابندی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنا بھی دین کا اہم حصہ ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا
الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ
وَلَا آمِنِينَ لِبَيْتِ الْحَرَامِ يَنْتَعُونَ فَضْلًا مِمَّنْ
رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَنْ صَدَّقْتُمْ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا
عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ

اللہ
الصلی
العظیم

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ
کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی اور نہ کعبہ میں
بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور ان جانوروں کی جن
کے گلوں میں قربانی کی نشانی کے پٹے پڑے
ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور
رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد
کرنے والے ہوں اور جب تم احرام کھول لو تو
شکار کر سکتے ہو اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تمہیں اس
پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں
آنے سے روک دیا تھا تو تم ان کے ساتھ زیادتی
کر واور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد
کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ
کرو اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا
دینے والا ہے۔ (۲)

تفسیر

اس آیت کریمہ میں پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو حضرت عطاء فرماتے ہیں
شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا جائے اور اس کے حکم مانے جائیں، ابن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے قربانی کے جانور بھیجتے تھے مشارک کی تعظیم کرتے تھے
مسلمانوں نے ان پر حملہ کا ارادہ کیا تو یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ ایمان والو! شعائر کی بے حرمتی نہ کرو بلکہ

شعائر اللہ کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ صفاء و مروہ اور ہدی کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے حرمت والے مہینوں کی بے عزتی نہ کی جائے، بارہ مہینوں میں چار حرمت والے مہینے شمار کئے گئے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب، نہ حرام کے مہینوں میں سے کسی کو حلال کر لو۔

تیسرا حکم دیا گیا کہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی نہ کرو۔

چوتھا حکم دیا گیا کہ ان جانوروں پر ہاتھ نہ ڈالو جن کی گردنوں میں نذرِ خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔

پانچواں حکم دیا گیا کہ ان لوگوں کو نہ چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں کعبہ کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہی سہی تمہارے درمیان جنگ ہی سہی مگر جب کعبہ کو جا رہے ہوں تو نہ چھیڑو، حج کے مہینوں میں ان پر حملہ نہ کرو ان کے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا بھی تصور ہے اس کی بے حرمتی سے بچا جائے۔ ہاں جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

چھٹا حکم دیا گیا کہ ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا تھا تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اس قدر اشتعال میں نہ لے آئے کہ تم یہ ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو چونکہ کفار نے مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روک دیا تھا تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کفار قبیلوں کو وہ بھی روک دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس ارادہ سے روک دیا۔

ساتواں حکم دیا گیا کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے تعاون سے بچو، خدا سے ڈرو اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔ آیہ پاک میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ مومن بھائی کی مدد کرو جس کا واضح معنی ہے مسلمان بھی اگر حق کے خلاف ہے یا ظلم کی طرف جا رہا ہے تو اس کی بھی مدد نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ وہ ظلم سے بچ جائے، گناہ سے ہٹ جائے۔ قرآن مقدس نے اس تعلیم

سے مسلم قوم کی تعمیر کھڑی کی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ اچھائی میں تعاون کی دعوت دی اور گناہ کی حمایت سے سخت روکا، کسی کے گناہ پر عدالت میں پردہ ڈالنا بھی ظلم کی حمایت ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا باعث یہ ہوا کہ ”شرح“ نامی ایک شخص دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ لوگوں کو دعوت کس شئی کی دیتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کلمہ ”توحید پڑھنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی، اُس نے کہا دعوت اچھی ہے مگر میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لوں، واپس جاتے ہوئے مدینہ منورہ کے لوگوں کے جانور جو باہر چر رہے تھے لے گیا اور فخریہ اشعار پڑھتے ہوئے چلا گیا کہ میں نے بڑا تیر مارا ہے۔ مسلمانوں کو اُس کی اس حرکت پر صدمہ ہوا وہ دور جا چکا تھا، پکڑ نہ سکے۔ آئندہ سال یہی شرح یمنی حاجیوں کے ساتھ احرام باندھ کر قربانی کا جانور لے کر مدینہ منورہ سے گذرا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ شرح سے یہاں بدلہ لے لیا جائے، حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ وہ حج کے احرام میں ہے اس وقت اُسے پکڑنا احرام کی بے حرمتی ہے۔ حضور ﷺ کی تائید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی۔

(روح البیان، خازن)

روح المعانی نے ابن زید سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب لشکر مکہ معظمہ جارہا تھا کچھ لوگ وہ تھے جو عمرہ کے احرام سے مکہ جا رہے تھے صحابہ نے حضور ﷺ سے ان کے پکڑنے کی اجازت چاہی کہ یہ بھی مشرکین مکہ کی طرح مشرک ہی ہیں حضور ﷺ نے صحابہ کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا آپ کی حمایت میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِزْيِرِ
وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخِفَةُ وَالنَّوْفُذَةُ
وَالْمُتَرَدِّيَّةُ وَالنَّطِيجَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ
إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ
وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْوَاجِ لَكُمْ فَسُقُ
الْيَوْمَ يَدِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْبَلْتُمْ
لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَقِمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ
مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا
گوشت اور جس جانور پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ
کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ
کھا کر مرا ہو اور بلندی سے گر کر مرا ہو اور سینک
لگنے سے مرا ہو اور جس کو درندے نے کھایا ہو
ماسوا اس کے جس کو تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا
اور جو بتوں کے تقرب کے لئے ذبح کیا گیا
ہو۔ اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم
کرنا یہ سارے کام فسق ہیں آج کفار تمہارے
دین کی ناکامی سے مایوس ہو گئے سو تم ان سے نہ
ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو آج میں نے تمہارے
لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا
کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا جو شخص
بھوک سے مجبور ہو کر کوئی حرام چیز کھالے اور اسکی
طرف مائل ہونے والا نہ ہو۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ
بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔ (۳)

تفسیر

سورہ مائدہ کے شروع میں فرمایا گیا تھا کہ تمہارے لئے موشی جانور حلال ہیں سوائے اُن چند
جانوروں کے جن کا ذکر آئے گا، اب اس حکم ”الا مایتلیٰ علیکم“ کی تشریح فرمائی جا رہی ہے وہ کون

کون سے جانور ہیں۔ اس آیت کریمہ میں کفار کے ان کاموں کی تفصیل ہے جو وہ کرتے تھے جنہیں قرآن مقدس نے حرام قرار دے دیا ہے، پہلی شئی مردار ہے جو حرام ہے، مردار وہ جانور ہے جس کا ذبح کرنا لازم تھا مگر بغیر ذبح کے مرگیا یا ذبح کرنے کی جگہ کے علاوہ کسی اور زخم سے مرگیا وہ مردار ہے اور حرام ہے البتہ کھانے کے علاوہ اس کی اشیاء سے دوسرا فائدہ اٹھانا جائز ہے، کھال سے جوتے بنائے جاسکتے ہیں، مچھلی کو مردار نہیں کہا جاسکتا ہے کہ حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرمایا گیا ہے۔ (ابن ماجہ)

دوسری شئی جسے حرام فرمایا گیا وہ ”ذم“ ہے دم سے مراد بہتا ہوا خون ہے اسکا پینا حرام قرار دے دیا گیا ہے، اس خون میں زہریلے اجزاء ہوتے ہیں جو نقصان دہ ہیں۔ تیسری شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ خنزیر کا گوشت ہے یہ نجس العین ہے اس کا کوئی عضو کسی طرح بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کہ قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا ”فانہ رجس“ یہ بہت گندہ ہے، بالوں میں کیڑے ہوتے ہیں گوشت ثقیل ہے۔ چوتھی شے جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ جانور ہے جسے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے کسی بُت کا نام لے لیا گیا یا کسی انسان کا نام لے لیا گیا، کفار لات، منات، عزی کے نام سے ذبح کرتے تھے، اسلام نے ایسے ذبح شدہ جانور کو حرام فرمایا ہے جس پر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ ذبح کے وقت کے علاوہ کسی جانور پر کسی کا نام آگیا تو حرام نہیں قربانی کی گائے، عقیقہ کا بکرا عبد اللہ کا اُونٹ وغیرہ۔ پانچویں شئی جسے حرام فرمایا گیا وہ جانور ہے جس کا گلا گھونٹ کر مارا گیا ایسے جانور کا گوشت استعمال کرنا بھی حرام ہے، جس جانور کا گلا گھونٹ کر مارا جائے یا اتفاقاً اس کا گلا کہیں پھنس گیا اور وہ مرگیا تو وہ بھی حرام ہے۔ چھٹی شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ ”موقوذہ“ ہے، موقوذہ وہ جانور ہے جسے کوئی شے مار کر ہلاک کر دیا گیا ہو وہ لاٹھی ہو یا گولی ہو یا کوئی اور شئی، اس کا گوشت بھی حرام فرمایا گیا ہے۔ ساتویں شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ ”متردیہ“ ہے، متردیہ وہ جانور ہے جو کسی بلندی سے گر کر مر گیا یا کسی گڑھے، کنویں میں گر کر مر گیا اسے بھی حرام فرمایا گیا ہے۔ آٹھویں شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ ”نطیجہ“

ہے، نطیحہ وہ جانور ہے جسے کوئی دوسرا جانور سینگ مار کر ہلاک کر دے اس کا کھانا بھی حرام فرمایا گیا ہے، نویں
 شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے ”ما اکل السبع“ وہ جانور جسے کسی درندہ جانور نے کھالیا ہو شیر، بھیڑ یا کتابلی
 وغیرہ کسی جانور نے اُسے کھالیا اور یہ جانور مر گیا تو اس کا بقیہ گوشت کھانا بھی حرام فرمادیا گیا ہے، ہاں اگر
 کسی درندے نے اسے زخمی کیا اس کی جان باقی تھی آپ نے اسے ذبح کر لیا تو اس کا گوشت کھانا اور
 استعمال کرنا جائز ہے۔ دسویں شئی جسے حرام فرمایا گیا ہے وہ ”ما ذبح علی النصب“ جو جانور کسی بُت پر
 ذبح کیا گیا۔ ”وما اهل لغير الله“ اور ”ما ذبح علی النصب“ میں فرق یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے
 نام پر ذبح کیا گیا وہ حرام اور جو جانور کسی بت پر بھینٹ کی نیت سے ذبح کیا گیا وہ بھی حرام ہے اگرچہ بسم
 اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو کہ اس کی نیت بت پر بھینٹ چڑھانے کی تھی، کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب
 تھے لوگ ان بتوں کے پاس ذبح کرتے تھے۔ گیارہویں شئی جسے حرام فرمایا گیا وہ فال کے تیروں کے
 ذریعے اپنی قسمت معلوم کرنا ہے۔ اہل عرب نے کعبہ میں تین قسم کے تیر رکھے ہوئے تھے ایک پر
 لکھا ہوا تھا ”امرئی ربی“ میرے رب کا حکم دوسرے پر لکھا ہوا تھا ”نہانی ربی“ میرے رب نے مجھے
 اس سے روکا ہے، کچھ سادہ تیر تھے اپنے کسی کام کرنے سے پہلے یہ تیر نکالتے، اگر ”امرئی ربی“ والا تیر
 پکڑا گیا تو سمجھتے بہت اچھا ہے اگر ”نہانی ربی“ والا تیر نکلا تو رک جاتے اگر سادہ تیر نکلا تو دوبارہ
 لگاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی فالوں سے تو انہیں منع فرمایا چونکہ ان فالوں کے ذریعہ منتظمین کعبہ کی آمدن
 ہوتی تھی ایسی آمدنی کا ذریعہ بھی ناجائز قرار دیدیا ہے۔ اور فرمایا گیا ہے یہ سارے کام بُرے ہیں ان
 محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا ”الیوم ییس الذین کفروا“ آج کے دن کفار تمہارے دین پر غالب
 آنے سے مایوس ہو گئے۔ اس لئے اب تم نے ان سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہ کرو، ہاں خدا سے ڈرتے رہو
 یہ آیہ کریمہ حجۃ الوداع پر عرفہ کے دن حضور ﷺ پر نازل ہوئی جب پورے جزیرہ عرب پر اسلامی
 قانون جاری تھا۔ پہلے کفار سمجھتے تھے مسلمان ہم سے کمزور بھی ہیں اور کم بھی، انہیں ختم کر دیا جائے گا اب

انکی وہ قوت ختم ہو گئی ہے۔ مومنوں سے فرمایا گیا تم اطمینان اور سکون سے رب کی عبادت کرو۔ آیہ کریمہ ”الیوم اکملت لکم دینکم“ سیدنا عبداللہ بن عباس کے ارشاد کے مطابق قرآن پاک کی آخری آیہ ہے اس کے بعد احکام سے متعلق کوئی آیہ نازل نہیں ہوئی البتہ ترغیب و تربیت کے متعلق چند آیات کا نزول ہے۔ اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ 81 دن جلوہ فرما رہے پھر وصال ہو گیا۔ یہ آیہ کریمہ ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل جو قوم پر ہونے والا تھا وہ آج مکمل ہو گیا ہے اللہ کی طرف سے جو انعام و اکرام بندوں پر آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ہر نبی کے زمانہ میں قوموں پر رہا وہ فضل، وہ کرم سید الانبیاء ﷺ کے زمانہ پاک میں مکمل ہوا۔ اس انعام و اکرام سے جہاں رسول کریم ﷺ کی عظمت ظاہر ہو رہی ہے وہاں امت بھی قابل فخر ہے۔

یہ آیہ مقدسہ مقام عرفہ میں جمعہ کے دن نازل ہوئی، جو جبل رحمت کے قریب ہے جو عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کا مظہر ہے، نماز عصر کی بعد ہے جو جمعہ کے دن قبولیت کا وقت ہے حج کیلئے مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہے جس میں سوالا کھ سے زیادہ صحابہ کرام شریک ہیں اور حضور جبل رحمت کے نیچے اپنی مقدس اونٹنی ”ناقہ عضباء“ پر خطبہ فرما رہے تھے ان رحمت و برکات کی ساعات میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یہی وہ مقدس دن تھا جب یہود نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے قرآن میں ایک آیہ ہے، اگر وہ آیہ تورات میں آتی تو ہم اسے جشن کے طور پر مناتے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں علم ہے یہ آیہ کس جگہ پر نازل ہوئی وہ دن ہمارے لیے عید کا دن تھا عرفہ بھی ہے اور جمعہ بھی ہے۔

اس آیہ کریمہ میں امت مسلمہ پر تین انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے پہلا انعام تو اکمال دین ہے کہ دین مکمل کر دیا گیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آج دین حق تمام فرائض حدود، احکام آداب مکمل کر دیئے گئے ہیں۔ اب اس میں نہ زیادتی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کمی کی ضرورت ہے۔ دوسرا انعام جس سے ملت کو نوازا گیا اتمام نعمت ہے جس سے مراد مسلمانوں کا رتبہ اور عروج ہے جس کا ظہور

فتح مکہ مکرمہ پر ہوا۔ تیسرا انعام جو اس اُمت پر ہوا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے دین اسلام کو منتخب فرمایا جو ہر لحاظ سے کامل ہے اور مکمل ہے اور کوتاہیوں و کمزوریوں سے پاک ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا اگر کوئی شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو گیا اور موت کا خطرہ لاحق ہو گیا تو وہ ان جانوروں سے کچھ کھالے تو اس کے لیے گناہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ پیٹ بھرنا اور لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ آخر میں فرمایا گیا اگر کسی نے ایسا کیا کہ کھانے میں میلان گناہ کی طرف نہ ہو بلکہ اپنی مجبوری کو دور کرنا ہو۔ تو اللہ غفور و رحیم ہے اگر ان محرمات کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تو اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت کچھ کھالیا تو اس سے جواب طلبی نہ ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اے محبوب کریم! آپ سے پوچھتے ہیں کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں ان کے لیے؟ آپ کہہ دیجیے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم شکاری جانوروں کو پاؤ تو اس حالت میں کہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھاتے ہو تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اس شکار سے کھاؤ جس کو وہ شکاری جانور تمہارے لیے روک رکھیں اور شکار چھوڑتے وقت اس شکاری جانور پر بسم اللہ پڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۴)

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِنَّمَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اللّٰهَ اَلْحَمْدُ عَلَيْهِ وَانْتَقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

صَلَّى
الْعِظَمِ

تفسیر

گذشتہ آیہ مقدسہ میں حرام چیزوں کا ذکر تھا جس سے ایمانداروں کو بچنے کی تلقین کی گئی۔ اس آیہ مقدسہ میں حلال چیزوں کا ذکر ہے جسے ایمان دار کھائیں۔ حرام چیزوں کے ذکر کے بعد حلال چیزوں کا ارشاد فرماتے ہوئے اشیاء کی تفصیل کے بجائے ”طیب“ کا ذکر فرمایا کہ حلال کا دائرہ وسیع ہے۔ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہیں جنہیں شریعت مطہرہ نے حرام نہیں کیا اور تمہارے ان شکاری جانوروں کے شکار بھی حلال ہیں جنہیں تم سکھا کر سدھالو، تم نے انہیں شکار کے وہ طریقے سکھائے ہوئے ہیں جو رب تعالیٰ نے تم کو براہ راست حضور ﷺ کے ذریعہ بتائے ہیں ایسے جانور شکار کریں تو تم وہ شکار کھاؤ جو انہوں نے تمہارے لیے لا کر رکھا ہے اس سے خود نہ کھایا ہو، ان کتوں کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اگر شکاری کتا جانور کو پکڑے اور وہ جانور زندہ ہے تو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لو، خدا سے ڈرتے رہو ان پابندیوں کو صحیح طریقہ سے نبھاؤ۔ خدا سے ڈرتے رہو کہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کی کوشش نہ کرنا اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لے گا۔

شکار کے ان مسائل سے مندرجہ ذیل باتیں ذہن میں رہیں کہ شکاری کتے کے ساتھ کوئی غیر شکاری کتا شریک نہ ہو، یہ بھی یاد رہے کہ اس شکاری کتے نے جانور کا گلا گھونٹ کر نہ مارا ہو ورنہ حرام ہو گا یہ بھی ضروری ہے کہ شکاری کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا ہو۔ اگر بسم اللہ دانستہ (جان بوجھ کر) نہیں پڑھی تو یہ شکار حرام ہو گا۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ شکاری کتا سکھایا ہوا ہو، سکھانے کا اصول یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اسے شکار پر چھوڑو تو وہ شکار پکڑ کر تمہارے پاس لے آئے، جب شکاری جانوروں میں یہ صورت پیدا ہو جائے تو پھر معلوم ہو گا کہ وہ تمہارے لیے شکار کرتے ہیں اپنے لئے نہیں اور اگر وہ کتا خود کھاتا ہے تو سکھایا ہوا نہیں، یہ بھی ضروری ہے گتے کو شکار کے پیچھے چھوڑا جائے۔ اگر وہ خود بخود دوڑ کر شکار کر لیتا ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

الْيَوْمَ أَحْلَلَ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ وَطَعَامُ الَّذِينَ
 أَوْلُوا الْكِتَابِ حَلْلٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلْلٌ
 لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ
 مِنَ الَّذِينَ أَوْلُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا
 اتَّيَمُّوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصَيْنِينَ غَيْرُ مُسَافِحِينَ
 وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ
 فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ
 الْخَاسِرِينَ ۝

ﷺ
 الْعَظِيمِ

آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی
 گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال
 اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے اور پاک
 دامن مومن عورتیں اور پاک دامن عورتیں ان
 لوگوں کی جنہیں کتاب دی گئی تم سے پہلے، جب
 تم اُن کے مہر انہیں ادا کر دو اس حالت میں کہ تم
 انہیں نکاح میں لے آؤ اور نہ بدکاری کرنے
 والے اور نہ خفیہ دوست بنانے والے اور جس
 نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو بے شک اس
 کا عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان
 اٹھانے والوں سے ہے۔ (۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حلال جانوروں کا ذکر تھا۔ اس آیہ کریمہ میں حلال عورتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ”الیوم“
 آج سے مراد اسلام لانے کے دن یا آیہ کریمہ کے اترنے کا دن ہے۔ تمہارے لئے تمام پاک صاف ستھری
 چیزیں حلال کر دی گئیں۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن مقدس نے اسی انداز کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے
 ”يَحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيَحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ“ طیبات حلال کرتا ہے اور خبائث حرام کرتا ہے۔
 اسلام نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے پر اس لئے زور دیا ہے کہ انسان عام جانوروں کی طرح نہیں ہے
 بلکہ مخدوم کائنات ہے کھانے پینے سے اخلاق پر، کردار پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اسے چاہیے کہ حلال و پاک
 کھائے تاکہ اس کے اخلاق پاکیزہ ہوں اس نے کائنات کی نمائندگی کرنی ہے۔ حرام چیزوں کی وضاحت

کردی گئی لہذا جو چیزیں اب اس فہرست میں نہیں وہ حلال ہیں جیسے قرآن مقدس نے محرمات ذکر کرتے ہوئے ان خواتین کی تفصیل بیان کر دی جن سے نکاح جائز نہیں۔ ”حرمت علیکم امہتکم و بنتکم الخ“ تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام کر دی گئیں۔ اس پوری آیت میں محرمات کی تفصیل موجود ہے لہذا جو خواتین اس فہرست میں نہیں آئیں، اُن سے نکاح جائز ہے ایسے ہی یہاں حرام جانوروں کی فہرست فرمادی وہ جانور جو اس فہرست میں شامل نہیں وہ حلال اور طیب ہیں۔ اس آیت مقدسہ میں فرمایا گیا اہل کتاب کی نیک عورتوں سے تم شادی کر سکتے ہو۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے اسلام نے شادی کی تو اجازت دی ہے ان خواتین کا یہودی یا عیسائی ہونا باعث رُکاوت نہیں البتہ اگر کسی یہودی یا عیسائی کی خاتون سے شادی کرنے میں قبیح عادت گھر آتی ہو جس سے اسلام تہذیب کے خلاف فروغ ملتا ہو مثلاً اہل کتاب خواتین کا طرزِ زندگی، غیروں سے بے حجابانہ گفتگو، اسلام سے بے رغبتی، اسلامی اخلاق و آداب سے دوری، اولاد کا بے راہ رہنا ایسی عادات پائی جاتی ہوں تو ایسی جگہ نکاح ہونے پر پابندی جائز درست ہے، عبد اللہ ابن عمر سے کوئی پوچھتا کہ یہود و نصاریٰ کی خواتین سے نکاح کیسا ہے؟ تو فرماتے کیا تو نے قرآن کا یہ فرمان نہیں سنا ”ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن“ اس سے اور زیادہ شرک کیا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتی ہیں (احکام القرآن، جصاص)۔ آیت پاک میں مرد و عورت کے تعلقات کو صرف ایک صورت میں جائز رکھا گیا ہے کہ بنیاد صحیح نکاح پر ہو، غلط تعلقات اور دوستانہ معاملات کی بناء پر نہ ہو چونکہ غیر خواتین سے شادی کرنے میں اندیشہ یہ تھا کہیں انکی محبت میں پھنس کر دین سے ہی دور نہ ہو جائیں تو آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا جس نے ایمان کا انکار کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے اسی مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کہنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اصلی تورات و انجیل پر ایمان رکھتے ہوں جس قرآن مقدس نے انہیں اہل کتاب فرمایا وہی قرآن انہیں تورات و انجیل کی تحریف کرنے والے فرماتا ہے اسی قرآن مقدس نے فرمایا یہود نے حضرت عزیر

کو، عیسائیوں نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا مانا ہے جو انہیں صحیح معنی میں اہل کتاب لوگوں کی فہرست سے نکال دیتا ہے وہ یہودی عیسائی جو دہریے ہو گئے وہ اہل کتاب کی فہرست سے نکل گئے۔ جیسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ ”لَا تَأْكُلُوا مِنْ ذَبَائِحِ النَّصَارَىٰ بَنِي تَغْلِبَ“ نصاریٰ، بنی تغلب کے ذبائح کو نہ کھاؤ۔ سیدنا علی المرتضیٰ کے علم میں یہ بات آپ کی تھی یہ لوگ بے دین ہو گئے ہیں، نصرانی نہیں ہیں۔ شیر خدا کے ارشاد کو تفسیر مظہری جلد ۳ صفحہ ۳۴ (المائدہ) میں لکھا ہے۔ غرض قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ کے پیش نظر مسلمانوں پر لازم ہے کہ یہود و نصاریٰ کی خواتین کو نکاح میں لانے سے بچیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
 اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تم
 اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت
 دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو
 ٹخنوں سمیت دھو لو اور اگر تم جھٹی ہو تو اچھی طرح
 پاکیزگی حاصل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا
 تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم
 نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تم پانی نہ پاؤ
 تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو تم اپنے چہروں ہاتھوں
 پر اس پاک مٹی سے مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں
 چاہتا وہ تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ
 وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دے تاکہ تم شکر
 ادا کرو (۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
 فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ
 وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ
 وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ
 مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ
 مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا
 مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا
 بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ
 عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
 وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ⑥

ﷺ
 الصَّادِقِ
 الْعَظِيمِ

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کو جائز فرمایا گیا چونکہ اہل کتاب سے نکاح کرنے میں یہ خطرات بھی واضح تھے کہیں یہود و نصاریٰ کی خواتین سے نکاح کر کے لوگ اسلام سے دور نہ ہو جائیں یا ان کی اولاد ان خواتین کی گود میں پل کر انہیں کی عادات پر پکی نہ ہو جائے تو اب فرمایا گیا ہے کہ لوگو! تم پر ایمان کی حفاظت بھی لازم ہے وہ نماز کی پابندی، طہارت کے اصول، پاکیزگی کے مسائل ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں ایمان کو مضبوط کرنے والی چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے جب نماز کا ارادہ کرو اور تم اس وقت بے وضو ہو تو تم پر فرض ہے اپنا سارا منہ دھولو، منہ کی حد کیا ہے؟ سر کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سر کا مسح کر لو اور دونوں ٹخنوں تک پاؤں دھولو یہ حکم اس وقت ہے جب تم صرف بے وضو ہو، اگر تم جلی ہو تو پھر صرف وضو کی طرح چند اعضاء نہ دھو بلکہ اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ، سر سے پاؤں تک تمام جسم اچھی طرح دھولو، ”اذا قمتم“ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نماز ادا کرنے کیلئے وضو فرض ہے کوئی نماز وضو کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ چہرہ کا دھونا فرض ہے اور سر کا مسح بھی فرض ہے، احناف کے ہاں سر کے چوتھے حصہ کا مسح فرض ہے، سارے سر کا فرض نہیں۔ آیہ مبارکہ میں وضو کے فرائض کا ذکر فرمایا گیا وہ یہ ہیں (۱) چہرہ کا دھونا (۲) ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں تک پاؤں دھونا۔

حضور ﷺ کے وضو فرمانے کی کیفیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے، ابو دحیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے دیکھا، آپ نے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر تین مرتبہ کلی کی، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرہ مبارک دھویا، پھر بازوؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں دکھاؤں

حضور ﷺ کا وضو کرنے کا طریقہ کیا تھا۔

سر کے مسح کے بعد پاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے، کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ پاؤں کا بھی مسح کرنا ہے چونکہ ذکر سر کے مسح کے ساتھ ہے، ایسا نہیں بلکہ پاؤں کا دھونا ہے، اس کا عطف ”ایدیکم“ پر ہے کہ ہاتھوں کو دھو واد پاؤں کو دھو، حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو پاؤں دھونے کا حکم فرمایا ہے۔ ایک موقع پر صحابہ کرام نے جلدی میں وضو کیا تو آپ نے صحابہ سے پاؤں کو اچھی طرح دھونے کا حکم دیا اور فرمایا خشک رہ جانے والی ایڑیوں کو آگ جلانے گی۔ پچھلی سطور میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو وضو کر کے صحابہ کو دکھایا اس میں پاؤں دھونے کا واضح طور پر ذکر ہے۔ آیہ مبارکہ میں وضو کے بعد جنابت کے سلسلہ میں فرمایا اگر تم جہنی ہو تو سارے بدن کو اچھی طرح پاک، صاف کرلو۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرلو، اللہ تعالیٰ تم پر سختی نہیں چاہتا وہ تو تمہاری پاکیزگی چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔ اس آیہ پاک میں وضو اور تیمم دونوں کا ذکر ہے۔ تیمم کا ذکر سورہ نساء میں بھی ہے اور اس آیہ پاک میں بھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہارگم ہونے پر سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی یا سورہ مائدہ کی۔ اکثر مفسرین کی تحقیق یہی ہے کہ ہارگم ہونے کے موقع پر یہی سورہ مائدہ کی آیہ پاک نازل ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ
الَّذِي اٰتٰكُمْ بِهِ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءُ
بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى
اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اللہ
الصّٰدِقِ
العظیْمِ

اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور اُس عہد و پیمان کو جو اُس نے مضبوطی کے ساتھ تم سے لیا ہے جب تم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے (۷)۔ اے ایمان والو! اللہ کیلئے مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ کہ تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو، کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے تم عدل کرتے رہو وہ خوفِ خدا کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔ (۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں چند مذہبی معاملات میں ہدایت کی گئی، وضو کا طریقہ سکھایا گیا ہے بیماری کی حالت ہو یا جہمی ہو تو کیا کرو؟ تیمم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اب اس آیہ کریمہ میں ان دینی، مذہبی انعامات کو اپنے پر آسان کرنے اور خوشی سے نبھانے کا اصول فرمایا گیا ہے کہ اپنے پر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، ان میں غور و فکر کرو، اپنے عہد و پیمان کو سوچو، تمہارا یہ اندازِ فکر مشکلات کو آسان کر دے گا۔ حضور ﷺ کے غلاموں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اس نعمت کو یاد کرو جو بہت بڑی نعمت ہے کہ تمہیں اپنے محبوب کی حاضری اور اطاعت کیلئے پسند کر لیا ہے یہ نعمت تمہارے بغیر پہلوں میں کسی کونہ ملی اور نہ بعد میں کسی کو مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو یاد دل رہا ہے کہ دیکھو ہم نے تم پر کس قدر احسان کیا ہے، تمہیں حق کا راستہ دکھایا، اطاعت کی

توفیق دی تم بھی اپنے اطاعت کے وعدہ کو یاد رکھو جو تم نے کیا تھا اور کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اللہ سے ڈرتے رہو وہ سینوں کے معاملات کو جانتا ہے، اگلی آیہ مبارکہ ”کونوا قوامین“ میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے یہی مضمون سورہ نساء میں بھی گزر چکا ہے۔ ان دونوں مقامات پر مضمون ایک ہے مگر الفاظ میں فرق ہے، الفاظ میں آگے پیچھے ہونے کے بارہ میں مفسرین نے حکمت بیان کی ہے کہ عدل و انصاف اور ظلم میں مبتلا ہونے میں عموماً دو وجوہ ہوتی ہیں یا تو یہ کام اپنے نفس کے فائدہ کیلئے کرتا ہے یا عزیزوں، دوستوں کی خوشنودی کیلئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی سے دشمنی ہو تو ایسا کرتا ہے، سورہ نساء میں یہ مضمون پہلی وجہ کی طرف اشارہ ہے، المائدہ میں یہ مضمون دوسرے مقصد کی طرف اشارہ ہے۔ سورہ نساء میں یہ حکم اس طرح ہے، عدل و انصاف کے معاملہ میں ایسے انداز اختیار کرو جس میں کمزوری قطعی نہ ہو اگر وہ فیصلہ والدین کے خلاف بھی ہے تو عدل و انصاف کو قطعاً ہاتھ سے نہ چھوڑو، جیسے قرآن مقدس نے فرمایا ”ولو علی انفسکم او الوالدین“ وہ فیصلہ تمہارے یا تمہارے والدین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، انصاف بہر حال ملحوظ رکھو اور اس مقام پر سورہ المائدہ میں جو حکم ہے ”ولا یجرمنکم شتان قوم“ کسی قوم کی دشمنی تمہیں نا انصافی پر نہ ابھارے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کیلئے انصاف چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا جائے

سورہ نساء میں اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے لفظ ”قسط“ پہلے آیا ہے اور سورہ المائدہ میں بیان کرتے ہوئے لفظ ”للہ“ پہلے فرمایا گیا ہے، جس میں یہ حکمت واضح نظر آتی ہے کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ دوستوں اور عزیزوں سے تعلقات بھی تو اللہ ہی کیلئے ہیں تو لفظ ”قسط“ کو پہلے لا کر فرمایا گیا کہ جو رعایت عدل و انصاف کے خلاف ہو وہ اللہ کیلئے نہیں ہو سکتی اور اس مقام پر لفظ ”للہ“ کو پہلے لا کر فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کیلئے کھڑے ہو جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دشمنوں سے بھی انصاف کرو۔ آیہ کریمہ کے آخر میں حکم فرمایا ”اعدلوا“ انصاف کیا کرو، ہر حالت میں عدل کو لازم فرمایا گیا وہ حالت مظلومیت کی ہو یا حاکمیت کی وہ حالت غربت کی ہو یا امارت کی، تقویٰ، پرہیزگاری کے قریب یہی ہے کہ تم عدل و انصاف

سے زندگی گزارو۔ قیامت کے دن عذاب سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ دنیا کی زندگی عدل و انصاف، دیانت اور تقویٰ کے ساتھ گزرے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۹ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا یٰلَیِّنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّجِیْمِ ۝۱۰
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ
اِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكُفْتُ
اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلٰی اللّٰهِ
فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے (۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ لوگ جہنمی ہیں (۱۰) اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اُسے یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے اُن کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔ (۱۱)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیت کریمہ میں لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کیلئے قائم رہنے والے بن جائیں، عدل و انصاف پر کاربند رہیں اور کسی قوم کی دشمنی انہیں عدل و انصاف سے ہٹانہ دے۔ اس آیت مقدسہ میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کیلئے قائم رہنے والے لوگ کون ہیں؟ وہ ہیں جو ایمان دار ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں، دل کی گہرائیوں سے خدا اور رسول کو مانتے ہیں، محض زبانی طور پر قائل نہیں کہ وہ مومن ہیں، متقی ہیں بلکہ دل سے مانیں ایسے لوگوں کیلئے اللہ نے معاف کرنے اور بڑا ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مقدسہ میں ایک اہم صفت ایفاء عہد ہے، قرآن مقدس فرماتا ہے ”ان اللہ

لا یشلف المیعاد“ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے یہ وعدہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ فرمایا، یا یہ وعدہ پہلی آسمانی کتابوں کے ذریعہ فرمایا، یا یہ وعدہ لوح محفوظ میں لکھ کر فرمایا یا معراج کی شب اللہ نے اپنے محبوب پاک سے اُن لوگوں کیلئے جنت کا وعدہ فرمایا جس ثوابِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے وہ کس قدر عظیم ہے، لوگوں کے وہم و گمان سے بھی اُونچا ہے۔ اور جو لوگ کفر کریں، قرآن مقدس کا انکار، حضور ﷺ کا انکار، حضور ﷺ کے معجزات مقدسہ کا انکار، حضور ﷺ کی صفات طیبات کا انکار تو یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ ان انعامات کو حاصل کرنے کیلئے ایمان اور عمل صالح دونوں ضروری ہیں یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ مرکزیت ایمان کو حاصل ہے کہ پہلے ذکر ایمان کا ہے پھر عمل صالح کا۔ ایمان پر قائم رہ کر نیکیاں کرنے سے ہی صلہ ملتا ہے، بغیر ایمان کے نیکی کا قیامت کے دن کوئی اجر نہیں ہوگا بعض کفار صدقہ، خیرات میں پیش پیش رہتے ہیں تو ان کے اس عمل کی جزاء انہیں دنیا میں دے دی جائے گی۔ قیامت کے دن محروم ہوں گے کہ ایمان کی دولت سے محروم تھے۔

آیہ پاک میں جو فرمایا گیا ہے کہ اپنے پر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ کفار نے بارہا رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مٹا دینے کا ارادہ کیا اللہ نے بچالیا اور کفار کے ارادے خاک میں مل گئے۔ اسلامی تاریخ کا وہ واقعہ جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور اس واقعہ کو مسند عبد الرزاق نے بھی نقل کیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی جہاد میں کسی جگہ آرام فرما رہے ہیں، صحابہ بھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر آرام کرنے لگے، حضور ﷺ کی اس تنہائی کو دیکھ کر ایک دشمن نے حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا اور آپ پر وہ ہی تلوار کھینچ کر بولا ”من یعصمک منی“ بتائیں اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”میرا اللہ“ اس طرح دو تین مرتبہ کہا گیا اور حضور یہی جواب دیتے رہے، اُس پر اسقدر ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے تلوار رکھ دی، اب حضور ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور واقعہ سنایا مگر دشمن کو معاف کر دیا۔ افسوس اُن لوگوں پر جو ایسی سراپا کرم ذات کو انتقام لینے والا کہتے ہیں، آج کفر، اسلام اور بانی اسلام کو دہشت گردی کے لفظ سے

تعبیر کرتا ہے جو سراسر ظلم ہے۔

حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے ایسے واقعات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ کعب بن اشرف یہودی نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو گھر بلا کر قتل کی سازش کی، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اطلاع دے دی، کعب کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضور ﷺ یہود بن نصیر کے ہاں کسی کام کیلئے تشریف لے گئے انہوں نے کوشش کی کہ اوپر سے پتھر کی چٹان گرا کر حضور ﷺ کو شہید کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اطلاع دے دی، آپ فوراً وہاں سے اٹھ گئے۔ ایسے واقعات سے واضح ہے اللہ تعالیٰ نے کس طرح حفاظت فرمائی اور ان کے ظالمانہ ہاتھوں سے کس طرح بچایا۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بِعَدِيدِ خَلْقِهِ

اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا اور ان میں سے بارہ گمان مقرر کئے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کے ساتھ مدد کی اور اللہ کو بہتر قرض دیا تو میں ضرور تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور تم کو ضرور جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ بے شک سیدھی راہ سے بھٹک گیا (۱۲)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقْبَلْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آئیہ پاک میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں پر ہر ایک قبیلہ سے اُن پر ایک نگران مقرر کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس نگران کے ذمہ تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کے افراد کو اللہ کے حکموں کی اطاعت اور عبادتِ خداوندی کی طرف توجہ دلائے۔

اس آئیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کئی انعامات کا ذکر فرمایا ہے اگر تم نماز ادا کرتے رہے، زکوٰۃ دیتے رہے، میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرتے رہے تو میری طرف سے تم پر ایک کرم یہ ہوگا کہ میری خصوصی معیت تمہارے ساتھ ہوگی اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیا تو میری طرف سے تم پر ایک کرم یہ ہوگا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اور یہ مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ہو، ایسا بندہ جسے اللہ کی معیت حاصل ہو وہ ہر مرحلے میں کامیاب رہتا ہے، ایک انعام یہ فرمایا کہ میں تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔ ایک اور انعام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ قیامت کے دن تمہیں بخت میں جگہ عطا کروں گا۔ بنی اسرائیل سے میثاق لینے میں پہلی شق نماز کا ادا کرنا ہے اور دوسری شق زکوٰۃ کا دینا ہے جس سے پتہ چلتا ہے نماز، زکوٰۃ ایسے فرائض ہیں جو بنی اسرائیل پر بھی رہے بلکہ یہ فرائض ہر شریعت میں لاگور ہے۔ میثاق کی تیسری شق میں آنے والے رسولوں پر ایمان لانا ہے، میثاق کی ایک اور شق ہے کہ اللہ کو قرضِ حسنہ دو یعنی اللہ کی راہ میں جو خرچ کرو وہ اخلاص سے ہو، محبت سے ہو، شہیہ اچھی ہو، ردی نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمایا کہ جیسے قرض کا ادا کرنا لازمی ہوتا ہے اس طرح اس یقین سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو کہ تمہیں اس کا خیر کا بدلہ ضرور ملے گا۔ زکوٰۃ کے ذکر کے بعد قرضِ حسنہ کا ذکر فرمانا بتاتا ہے کہ زکوٰۃ کے فریضہ کے بعد بھی صدقات، خیرات ہیں تاکہ پتہ چل جائے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مسلمان پر کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں نبھایا جائے۔ زکوٰۃ فرض عین ہے اور صدقات و خیرات فرض کفایہ ہیں۔ فرض کفایہ یہ ہے کہ اگر قوم سے کسی نے بھی وہ ضرورت پوری کر دی تو باقی سارے سبکدوش ہوں گے اگر کسی نے بھی نہ کی تو سب مجرم

ہوں گے۔ نماز جنازہ شہر سے چند لوگوں نے پڑھ لی تو سارے لوگ بری الذمہ ہوں گے اگر کسی مومن کی نماز جنازہ شہر سے کسی نے بھی نہ پڑھی تو سبھی مجرم ہوں گے، یہی صورت حال خیرات و صدقات کی ہے۔ میثاق کی ساری شقیں بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا، اگر کسی نے کفر و شرک کیا تو وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت کی اور ہم نے اُن کے دلوں کو بہت سخت کر دیا وہ کلام الہی کو اس کے مقام سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے بھلا دیا جس چیز کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی اور آپ ان کی خیانت پر ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے، سوا چند لوگوں کے آپ اُن کو معاف کیجئے اور درگزر کیجئے بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (۱۳)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

ﷺ
الْعَظِيمِ

تفسیر

بنی اسرائیل نے جو وعدہ کیا تھا اُسے توڑ ڈالا، ایفاء نہ کی، یہ ان کی بد بختی تھی واضح احکام کو پامال کیا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت مشکلات میں مبتلا کر دیا، ان کی بد عملی کی سزا انہیں مختلف صورتوں میں دی گئی، ظاہری طور پر بھی جو انہیں محسوس ہوئی لوگوں نے دیکھا ان پر خون کی بارش ہوئی، اُن پر پتھراؤ کیا گیا، ان پر مینڈکوں کی بارش کر کے انہیں رُسوا کیا گیا۔ سزا کی دوسری صورت یہ تھی اُن کے دل و دماغ بے کار ہو گئے، سوچ و فکر سے عاری ہو گئے۔ مختلف عذابوں میں مبتلا ہوتے چلے گئے، گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا، خدا کی رحمت سے دُوری ہو گئی یکے بعد دیگرے گناہ پر گناہ، برائی پر برائی کر کے

انہوں نے اپنے دلوں کو سیاہ کر لیا تھا اب ان کے دل اس اہلیت سے محروم ہو گئے کہ وہ اچھائی کو اچھائی سمجھ سکیں یا بُرائی کو بُرائی کہہ سکیں۔ جب انسان نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے تو ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے اور وہ کر جاتا ہے جب بُرے کاموں میں پھنس جاتا ہے تو پھر ایک بُرائی کے بعد دوسری بُرائی کی طرف دل لپکتا ہے۔ بنی اسرائیل رحمتِ خداوندی سے دُوری کے بعد یکے بعد دیگرے کئی گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔ انہیں گناہوں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی تھا کہ کلامِ الہی میں تحریف کر دیتے تھے کبھی الفاظ بدل کر تحریف کرتے تھے کبھی معنی بدل کر۔ مختلف سزاؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوندی نصائح سے نفع اٹھانا بھول گئے۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ ہمیشہ ان کی فریب کاریوں پر مطلع ہوتے رہیں گے آپ ان سے خیانت کا خوف نہ کریں، سوائے چند لوگوں کے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام جو سچے مسلمان ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل کی ان تمام نا اہلیوں کے ذکر کے بعد حضور ﷺ سے فرمایا گیا، محبوب! آپ پھر بھی اُن کی گستاخیوں پر صبر کریں، درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح طور پر پتہ چل رہا ہے بد عہدی سخت گناہ ہے جس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور یہ صورت عذابِ الہی ہے کہ دل سخت ہو اور نا اہل ہو، حق و باطل کی تمیز نہ کر پائے۔ حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے یا بعد زندگی بھر میں کسی سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، ہمیشہ سچ بولا۔ حضور ﷺ کو صادق الودع کہا گیا، اُمین کہا گیا آپ کو آپ کے دشمنوں نے بھی سچا مانا، اعلانِ نبوت کے بعد جو پہلا خطبہ مکہ مکرمہ میں فرمایا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا ”هل وجدتموني صادقا او كاذبا“ مکہ والو! بتاؤ تم مجھے سچا پاتے ہو یا جھوٹا۔ سب نے کہا ”يا محمد بل وجدناك صادقا“ اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنیوں میں ایک اور عہد شکنی بھی بنی اسرائیل کا تاریخی حصہ ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے بارہ نقیب مقرر کئے کہ یہ بارہ سردار سرزمینِ شام میں جائیں اور جبارہ کی صورت حال سے اطلاع دیں۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر جبارہ کی قوت کا جائزہ لیا تو انہیں بہت طاقت و رقوم پایا ان

سرداروں نے فیصلہ کیا کہ اُن کی طاقت کو بنی اسرائیل پر بیان نہ کریں ورنہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ جائیں گے اور جنگ نہیں کریں گے۔ ان بارہ سرداروں میں صرف دو بندے اپنے معاہدے پر پکے رہے وہ یوشع بن نون تھے اور کالب بن یوفا۔ جب بنی اسرائیل کو جبارہ کی قوت کا علم ہوا تو انہوں نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا جس کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا ”فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا“ آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں اور لڑیں ہم تو یہیں رہیں گے۔ یہود کی عہد شکنی کے دو پہلو ہیں خدا سے کئے گئے وعدوں سے انحراف اور آپس میں کئے گئے وعدوں کی خلاف ورزی، ان دونوں خلاف ورزیوں کی انہیں سزا ملی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پکا وعدہ لیا جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں تو انہوں نے اس بڑے حصے کو بھلا دیا جس کی نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان بغض اور عداوت کو قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے۔ (۱۴)

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصْرٰى اَخَذْنَا مِمَّا فِتْنٰهُمْ
فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

اللہ صلی علیہ وسلم
الحظ

تفسیر

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ ہم نے نصاریٰ سے بھی پکا وعدہ لیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے آپ کی اتباع کریں گے لیکن انہوں نے بھی یہود کی طرح عہد توڑ دیا اور اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کیا جس کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کا بغض ڈال دیا گیا اور وہ قیامت تک اسی مصیبت میں مبتلا رہیں گے عیسائیوں کے کئی گروہ بن گئے جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں ایک دوسرے پر

لعنت کرتے ہیں۔ عیسائیوں کا ایک گروہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتا ہے، ایک گروہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ متحد جانتا ہے، ایک گروہ باپ، بیٹا، روح القدس کی تثلیث کا قائل ہے۔ یہ وہ عداوت ہے جو قیامت تک اُن میں رہے گی۔ وہ پکا عہد جو نصاریٰ سے لیا گیا وہ آخر الزماں رسول مکرّم ﷺ پر ایمان لانا تھا اگرچہ سارے انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہ عہد لیا تھا کہ حضور ﷺ کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا کہ اُن کا زمانہ حضور ﷺ کے بہت قریب ہے انہوں نے اُن کی خوشخبری سنانے والا بننا تھا، آپ وہ ستارہ تھے جو آفتاب کے آنے کی خبر دیتا ہے عیسائی لوگ انجیل کی بہت سی نصیحتوں کو بھول گئے، اسی بھول کی یہ سزا تھی کہ مختلف فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔

عنقریب وہ وقت آئے گا قیامت میں ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور ہم انہیں ان کی ساری بد اعمالیوں، بد کرداریوں کی سزادیں گے بہتر یہی ہے کہ دنیا میں ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں اور رسول اللہ ﷺ کے دین، دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔ عیسائیوں میں اختلافات کا بیج بونے والا پہلا بندہ ”پولس“ ہے جس نے جھوٹ موٹ بول کر اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام کا مقرب بتایا جب لوگوں نے اُسے تسلیم کر لیا تو پھر من گھڑت کہانیوں سے لوگوں کو بھٹکایا اُن گمراہیوں میں ایک یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں، ان کا باپ تو اللہ ہے (معاذ اللہ) دوسری گمراہی جسے فروغ دیا وہ یہ تھی کہ مریم خدا کی زوجہ ہے، تیسری گمراہی یہ پھیلائی کہ اتنا بڑا جہاں ایک خدا نہیں بنا سکتا خدا تو تین ہیں، باپ، بیٹا، روح القدس۔ اس کے مرنے کے بعد یہ گمراہیاں اور فروغ پا گئیں جتنے پادری تھے گروہ بھی اُتنے ہی ہو گئے اور ہر گروہ ”پولس“ پر اپنا دعویٰ کرتا کہ وہ اس کی تعلیمات کے قریب ہے، ہر فرقہ دوسرے کو لعنتی کہتا تھا۔ نسطوریہ، یعقوبیہ، ملاکیہ میں زبردست جنگیں ہوئیں۔ اس آہ پاک میں فرمایا گیا ہے، اس گروہ بندی میں ان پر ہمارا دنیاوی عذاب ہے۔ پولس کی چال بازیوں کی تفصیلی معلومات مطلوب ہوں تو روح البیان کا مطالعہ مفید رہے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ
لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ
وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ
اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمُ
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ
إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

للہ
الصلوٰۃ
العظمیٰ

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا
رسول آگیا جو تمہارے لئے بہت سی ایسی چیزیں
بیان کرتا ہے جنہیں تم کتب میں سے چھپاتے
ہو اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے بے
شک آگیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور
اور روشن کتاب (۱۵) اللہ اس کے ذریعہ سلامتی
کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی
رضا کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے اذن سے
انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا
ہے اور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ (۱۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں عیسائیوں کے اندر مذہبی اختلافات اور ان کی گروہ بندی کا ذکر تھا جس کے باعث وہ
آپس میں جنگ و جدال اور جھگڑوں میں پھنس کر برباد ہوئے۔ اس آیہ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے اگر تم
چاہتے ہو کہ مشکلات و مصائب سے نجات حاصل کرو تو پھر اس کا ایک ہی طریقہ ہے جس رسول کو ہم نے
بھیجا ہے اس کی اتباع کر لو، اور رسول مکرم وہ ہیں جو تم نے کتاب میں بہت سی چیزیں چھپا دیں وہ کھول کھول
کر بیان کرتے ہیں، اور بہت سی معاف کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کا تورات و انجیل کے ان مسائل کو بیان
فرمانا جو یہود و نصاریٰ چھپاتے تھے، آپ کی عظمت کی کھلی دلیل ہے کہ وہ جن معاملات کو چھپاتے تھے
حضور ﷺ بیان فرما دیتے ہیں۔ بعض چیزیں جنہیں وہ چھپاتے تھے حضور ﷺ اپنے لطف و کرم کے باعث
انہیں بیان نہیں بھی فرماتے کہ یہ رسوانہ ہوں اور ذلت سے بچ جائیں کہ آپ رحیم ہیں، کریم ہیں۔

یہ آپ کا عظیم علمی کمال ہے کہ تورات وانجیل کے مسائل کو، احکام کو اچھی طرح واضح فرما دیتے ہیں۔ اس آئیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا، ایک مرتبہ یہودی ایک جماعت دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی اور سوال کیا کہ زانی کو سنگسار کرنے کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضور ﷺ نے ان کے اس سوال پر اُن کے ایک بڑے عالم دین صوریاسے فرمایا تجھے اس خدا کی قسم جس نے بنی اسرائیل پر مت و سلوئی اُتارا، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ سچ بتا، زانی کو سنگسار کرنے کا حکم تورات میں ہے یا نہیں؟۔ ابن صوریاس کا کہنا کہ اور کہا تورات میں زانی کی اس سزا کا ذکر ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر تم لوگوں نے اس سزا کو چھوڑ کیوں رکھا ہے؟ ابن صوریاس نے کہا چونکہ بنی اسرائیل اس بیماری میں بہت پھنس چکی ہے، ہم نے اس لئے اس سزا کو ہلکا کر دیا ہے۔ منہ کو کالا کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور سو کوڑے لگا دیتے ہیں۔ اس موقع پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں حضور ﷺ کی تعریف فرمائی گئی ہے اگرچہ حضور ﷺ کا دُنیا میں جلوہ گر ہونا تو پوری کائنات کیلئے ہے مگر اس آئیہ کریمہ میں صرف اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذکر فرمایا گیا کہ اُن کے ایمان لانے سے دوسرے لوگوں کے ایمان لانے کی اُمید تھی، یا اس لئے کہ حضور ﷺ کی آمد سے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی تصدیق ہوئی، حضور ﷺ کے ذریعہ سے ان کے اُنبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا جو ان کی عظمت و سچائی کی دلیل ہے۔ آئیہ مبارکہ سے اہل کتاب کی عظمت اس طرح بھی واضح ہے کہ رسول ساری کائنات کے ہیں مگر جلوہ گری ان کے ہاں ہوئی، اُنہیں بتایا جا رہا ہے کہ اس عظمت والے رسول کی اتباع کر لو نجات پا جاؤ گے، تمہاری بہتری کا میابی کا صرف یہی راستہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مانو اور ان کے دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، یہود نے تورات کے اندر سنگسار کرنے والے احکام چھپائے، حضور ﷺ کی شان میں اُترنے والی آیات چھپائیں، عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل کی باتیں چھپائیں، عیسائیوں نے انجیل کی تحریف کر کے بے شمار مقامات پر احکام کو بگاڑا، حضور ﷺ نے اپنے خدا داد علم کے ساتھ ان کی خرابیوں کو ایک ایک کر کے بیان فرما دیا۔ اس آئیہ پاک میں آپ کی اسی عظمت کا ذکر ہے۔

آیہ کریمہ کے دوسرے حصہ میں فرمایا، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب، نور سے مراد یہاں حضور ﷺ کی ذات پاک ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے یہی مراد لی ہے، اس نور پاک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور یہی قول معتبر ہے۔ روح المعانی نے بھی یہی مراد لی ہے، قتادہ اور زجاج کا بھی یہی قول ہے۔ (تفسیر خازن)

کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے بعض مفسرین نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن حکیم ہے مگر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس توجیہ کو بہت ہی کمزور اور ضعیف کہا اور فرمایا معطوف اور معطوف الیہ ایک ہی نہیں چاہئیں، بلکہ الگ الگ ہونے چاہئیں۔

ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد حضور ﷺ ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور اللہ کی کتاب بھی۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے، ان تمام اقوال و تفاسیر میں سب سے زیادہ معتبر تفسیر وہ پہلی ہی ہے کہ نور سے مراد ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے اور کتاب سے مراد قرآن حکیم۔ پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ تمہارے پاس ہمارا رسول آیا، رسول کے ذکر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور ﷺ ہوں، قرآن مقدس کا دوسرے مقام پر حضور ﷺ کو ”سراجا منیراً“ فرمانا بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس نور اور کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سلامتی اور ہدایت کی راہیں دکھاتا ہے، اور انہیں اپنے فضل سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ
ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَأُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ
مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يُخْلِقُ
مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥

اللہ
الصلوات
الطیبات

بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا مسیح
ابن مریم ہی اللہ ہے آپ کہتے اگر اللہ، مسیح ابن
مریم کو اور اس کی ماں کو، اگر تمام روئے زمین
والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو اُسے کون
روک سکتا ہے، اللہ ہی آسمانوں، زمینوں کا مالک
ہے اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے وہ جو چاہتا
ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۷)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا جو تمہیں اُندھیروں سے نور کی طرف
نکالتا ہے اس آیہ کریمہ میں کفار کے بُرے عقائد کا ذکر ہے جو اُندھیرے ہیں عیسائیوں نے یہ کہا کہ اللہ
”عیسیٰ بن مریم“ ہے۔ عیسائیوں کے اس عقیدہ نے انہیں کافر بنا دیا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے (معاذ اللہ)
یہ عقیدہ نجران کے عیسائیوں کا تھا کہ عیسیٰ الہ ہیں۔ آیہ کریمہ نجران کے عیسائیوں کے گمراہ کن نظریہ کے
خلاف نازل ہوئی۔ یہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر لیا ہے جیسے آفتاب میں روشنی،
آگ میں گرمی، پھول میں خوشبو ہے، ان کی تردید فرمائی گئی اُن کے اس عقیدہ کو کفر قرار دے دیا گیا۔ عیسیٰ
علیہ السلام کو ابن مریم فرما کر ان کی تردید کر دی گئی کہ کسی کا بیٹا ہونا، اُلوہیت کے خلاف ہے، عیسیٰ علیہ السلام
کے خدا ہونے کا عقیدہ اس لئے بنالیا گیا کہ آپ کوڑھی کو شفا دے دیتے تھے، مُردہ کو زندہ کر دیتے تھے، مٹی
کے پرندے کو اُڑا دیتے تھے، حالانکہ یہ کام نبی کے معجزات میں سے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی
ہیں، انہیں یہ کمالات بخشے، اُن کے الہ نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ فرمائی گئی کہ بتاؤ اگر اللہ مسیح ابن مریم اور
اس کی ماں اور ساری کائنات کو برباد کرنے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اُس کے ارادہ کو روک لے جس

شی کو خدا موت دینا چاہے تو عیسیٰ علیہ السلام روک لیں گے؟ ایسا ہرگز نہیں۔ معجزات و کمالات اللہ کے عطا کردہ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے۔ آیہ کریمہ میں ان کے خدا نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان ہرشی کا مالک اللہ ہے۔ ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ وہی اللہ ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یہ کمال نہ عیسیٰ علیہ السلام میں ہے نہ کسی اور میں۔ خالق کائنات اور الہ وہی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث ایسا گورکھ دھندہ ہے جو نہ حل ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے نہ انہیں سمجھ آتا ہے نہ کسی اور کو سمجھ آ سکتا ہے، یہ عقیدہ باپ، بیٹا اور روح القدس کا ہے۔ کہتے ہیں باپ بھی خدا ہے، بیٹا بھی خدا ہے، روح القدس بھی خدا ہے، یہ عقیدہ رکھنے کے ساتھ پھر کہتے ہیں خدا تین نہیں بلکہ ایک ہے۔ آیہ پاک کے آخر میں ”مَنْ يَخْلُقْ مَا يَشَاءُ“ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اس میں واضح اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا یہ اللہ کی قدرت ہے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی دلیل۔ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا یہ اللہ کی قدرت ہے جسے چاہے جیسے چاہے بنا دے۔ الہ صرف وہی ذات بابرکات ہے جو عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ مریم اور ساری کائنات کی خالق و مالک ہے۔

آیہ مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہم عیسیٰ کی والدہ کو موت دے سکتے ہیں اور ان پر موت مسلط کر چکے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ساری مخلوق پر موت کو مسلط کرنا بھی ہمارے قبضہ میں ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ
وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ
بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَلِئِذَا الْمَصِیْرُ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے ہیں
اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہتے پھر تمہارے
گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں
دے گا؟ بلکہ تم انہیں سے بشر ہو جن کو اللہ نے
پیدا کیا ہے، اللہ جسکو چاہے گا بخش دے گا جسے
چاہے گا عذاب دیگا اور اللہ ہی کی ملکیت میں
ہے تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے
درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے (۱۸)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں یہود و نصاریٰ کے اعتقادات کا ذکر تھا، اب اُن کے ایک اور غلط نظریہ اور محض خوش فہمی کا
ذکر فرمایا جا رہا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم نے تو بہر حال جنت میں جانا ہے کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں اور اُسکے محبوب
ہیں۔ اس آیہ پاک میں عیسائیوں، یہودیوں کے اس غلط دعویٰ کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ
صحیح ہے تو پھر قیامت کے دن تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں ہوگی؟ ایسا ہرگز نہیں کہ تم اللہ کے بیٹے ہو
یا اُس کے محبوب ہو تم بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہو۔ تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں اچھے اعمال، اچھے
عقائد کی ضرورت نہیں، یہ غلط ہے، یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ
السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور اپنے کو ان کا خاندان کہا۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک موقع پر حضور ﷺ کے دربار میں یہود کی ایک
جماعت حاضر ہوئی جس میں نعمان بن آصی، دشاش ابن عدی شامل تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں اسلام قبول
کرنے کی دعوت دی اور اسلام قبول نہ کرنے پر عذاب الہی سے ڈرایا تو انہوں نے کہا ہم تو اللہ کے بیٹے

ہیں ہمیں کچھ نہیں ہو سکتا، ان کے اس نظریہ کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول کو ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ روح المعانی، خازن نے بھی لکھا ہے۔

عیسائیوں، یہودیوں پر دنیا میں بار بار مختلف مصائب، مشکلات کا آنا اور عذاب میں مبتلا ہونا ان کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں بلکہ عام انسانوں کی طرح وہ بھی انسان ہیں یہ اُن کا تکبر و غرور تھا کہ صبح و شام گناہوں میں گزارتے مگر خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کرتے۔ اُن کا یہ تکبر انہ انداز اللہ کو پسند نہیں آیا۔ اُن کی تردید میں یہ آیہ پاک اُتار دی۔ اس آیہ پاک میں عیسائیوں کے ایک گروہ کی تردید ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتا تھا مگر تردید جس دلیل سے کی گئی وہ تمام فرقوں کے عقائد باطلہ پر حاوی ہے جو بھی توحید کے خلاف ہے، خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ ہو یا تین خداؤں کا، اس دلیل سے تمام عقائد باطلہ کی تردید ہو گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے اس کے بعد کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا کہ کبھی یہ کہو کہ ہمارے پاس خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا نہیں آیا بے شک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا آگیا اور اللہ ہر

يَاۤ اَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يٰبَيِّنُ
لَكُمْ عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا
مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ
جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَّاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۹

ﷺ
الْعَظِيْمِ

شی پر قادر ہے (۱۹)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ سے فرمایا جا رہا ہے کہ ہمارا رسول تمہارے پاس زمانہ فترۃ میں جلوہ گر ہوا، دونیوں کے درمیانی زمانہ کو ”فترت“ کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ کی طرف اشارہ ہے یہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد اور حضور ﷺ کے جلوہ گر ہونے تک کا ہے۔ اہل کتاب سے فرمایا گیا جس رسول کا تمہیں انتظار تھا وہ آگیا ہے۔ اس کی اطاعت کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کے یہودہ دعویٰ کا ذکر تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں، اب ان کی نجات اور کامیابی کا راستہ بتایا جا رہا ہے کہ ہمارے رسول آگئے ہیں اور زمانہ فترت میں آئے ہیں، یہ زمانہ قریباً چھ سو سال کا ہے اس دوران عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور ﷺ کے بغیر کوئی نبی نہیں آیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ملتا ہے ”لیس بینی و بینہ نبی“ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس طرح ارشاد ہے ”انا اولی الناس بعیسیٰ“ میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر یہ لوگ شرک سے بچے رہے تو اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ معاف کر دے گا۔ توحید کی مخالفت ایسا جرم ہے جس سے اللہ کا غضب لازم ہے۔ یہ سوال نہیں ہو سکے گا کہ اس دور میں تو رات و انجیل موجود تھیں، رسول نہ آیا تو کیا ہوا یہ کتابیں تھیں مگر تحریف ہو چکی تھیں، اپنا اصل کھو چکی تھیں یہ زمانہ تاریکی میں ڈوبا ہوا زمانہ تھا۔

حضور ﷺ کے بعد قیامت تک زمانہ فترت نہیں آئے گا کہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور ﷺ کی تعلیم، نور نبوت ہمیشہ رہیں گے۔ آپ کا زمانہ نبوت ابدالاً بادتک ہے ہمیشہ ہمیشہ ہے اور رہے گا۔ حضور ﷺ کی آمد کائنات کیلئے باعث برکت ہے، خصوصاً یہود و نصاریٰ کیلئے کہ آپ کی آمد سے

تورات و انجیل کی تصدیق ہوئی، اُن کے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا، اس لئے خصوصاً انہیں توجہ دلائی جا رہی ہے ہمارا بشیر و نذیر رسول تمہارے پاس آ گیا ہے مانو، یہ سوچو ہمارا محبوب اس وقت جلوہ گر ہوا جب دنیا کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوب چکی تھی، حق و صداقت کا نام و نشان نہ تھا، ظلم و بربریت عام تھی، انبیاء کی آمد بند ہو چکی تھی۔

ہم نے اس محبوب کو بھیجا کہ تم یہ نہ کہہ سکو ہمارے پاس کوئی بشیر، نذیر نہیں آیا، اب تمہارا یہ عذر نہ ہو سکے گا۔ آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی عظمت کا درخشندہ پہلو پایا جاتا ہے کہ سوچو صدیوں سے رحمت کا دروازہ بند تھا ہم نے اس رسول کو بھیج کر وہ پھر کھول دیا ہے، اُس تاریک دور کو روشنی سے متور کر دیا ہے چھ سو سال تک بگڑی قوم کی اصلاح کوئی معمولی کام نہ تھا جو ہمارے رسول نے کر دی علم کو فروغ ملا، عمل وجود میں آیا، معاملات اور معاشرے میں اصلاح ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمُوا لَكُمْ رَسُولًا
نِعْمَةً اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ
وَجَعَلَ لَكُم مِّلُوكًا ۚ وَاتَّكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ
أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۖ يَقَوْمُوا خُلُوْا الْاَرْضَ
لِمُقَدَّسَةٍ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَلَا تَتْرِكُوْا
عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۖ قَالُوْا
يٰمُوسَىٰ اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۚ وَاِنَّا لَن
نُّدْخِلُهَا حَتّٰى يُخْرِجُوْا مِنْهَا ۚ اِنْ يُخْرِجُوْا
مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ ۝

اللہ
الْعَظِيْمُ

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا
اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے پر یاد کرو
جب اللہ نے تم میں انبیاء کو بنایا اور تم کو بادشاہ
بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو
نہیں دیا تھا (۲۰) اے میری قوم! اس ارض
مقدّسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے
لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ نقصان پانے
والے ہو جاؤ گے (۲۱) انہوں نے کہا اے موسیٰ!
بے شک اس سرزمین میں تو بڑے بڑے طاقتور
لوگ ہیں اور ہم اس وقت تک داخل نہ ہوں گے
جب تک وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ
اس سے نکل گئے تو ہم ضرور داخل ہوں گے (۲۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اہل کتاب کو گزشتہ نعمتیں یاد دلانی جارہی ہیں کہ ان نعمتوں کے شکر یہ میں حضور ﷺ پر ایمان
لائیں، نیز حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ محبوب آپ اہل کتاب کی مخالفت سے پریشان نہ ہوں یہ لوگ
اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے رہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ تم اپنے پراللہ کی نعمتیں یاد کرو تم میں اس قدر انبیاء
آئے کہ دوسری کسی قوم کو یہ شرف نہ ملا، حکمران تم میں ہوئے، بادشاہ تم میں پائے گئے، تمہاری خاطر فرعون
کو برباد کیا گیا، من و سلویٰ تم پر اتارا گیا، اولیاء تم میں ہوئے، پتھر سے پانی کے چشمے تمہارے لئے بہائے،

بحر قلزم کو تمہارے لئے چیرا گیا، فرعون کی غلامی سے تمہیں آزاد کیا گیا، آزادی کی نعمت سے تم سرفراز ہوئے یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ اُس دور میں کسی اور کے پاس نہ تھیں موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا یہ حکیمانہ انداز ہے کہ جنگ کے ذکر سے پہلے انہیں انعامات یاد دلانے جارہے ہیں۔

ان انعامات کا شکریہ اس طرح ادا کرو کہ بیت المقدس کی پاک سرزمین کو جبارین سے آزاد کرو، باہمت لوگوں کی طرح وہاں داخل ہو جاؤ، اُن سے لڑو، اُن کی ہیبت کو دیکھ کر پیٹھ نہ پھیرنا اور دوبارہ مصر نہ جانا ورنہ رُسوا ہو جاؤ گے، اپنے نبی کے اس حکم پر قوم نے جواب دیا، اے موسیٰ! وہ لوگ تو بڑے زبردست ہیں جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم نہیں جائیں گے، اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہوں گے۔
اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے:

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیا اور مصر سے ہجرت کی، سمندر عبور کر گئے اور وادی سینا میں قیام کیا، ایک سال تک وہاں رہے، اسی دوران آپ کو توراۃ عطا ہوئی، اس عرصہ کے بعد آپ نے قوم سے کہا کہ وہ شام کی طرف جانے کیلئے تیار ہو اور بیت المقدس کو آزاد کرائیں تو انہوں نے معذرت کر دی اور اپنے نبی سے کہا ایسی جابر قوم سے لڑنا تو بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ کرنا ہے، آپ اور آپ کا خدا جائیں اور اُن سے لڑیں ہم تو یہیں رہیں گے، اس قوم کو بزدل بنانے والے بارہ نقیبوں میں سے دس (۱۰) نقیب تھے جنہوں نے قوم کو ڈرایا کہ وہ تو بہت قوت والے ہیں، دو نقیب ایسے تھے جنہوں نے قوم کو بہت سمجھایا کہ حوصلہ کرو، خدا تمہارے ساتھ ہے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا، ان کی اس بزدلی اور نبی کی نافرمانی نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا، چالیس سال تک جنگوں کی خاک چھانتے رہے اس طویل عرصہ میں بزدل اسرائیلی مر کھپ گئے، اور نئی نسل پروان چڑھی تو اُس نے حملہ کر کے فتح حاصل کی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ
عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ
فَأَنْتُمْ عَلَيْهِمُ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الْيَهُودُ لِمُوسَى إِنَّا
لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ
إِنَّكَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝

ﷺ
الْعِظِيمِ

اللہ سے ڈرنے والے دو آدمیوں نے کہا، اللہ
نے تم پر انعام فرمایا ہے تم دروازے سے اُن پر
داخل ہو جاؤ جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی
غالب ہو گے اگر تم ایمان دار ہو تو اللہ پر ہی توکل
کرو (۲۳) انہوں نے کہا اے موسیٰ! ہم کبھی
بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب
تک وہ اس میں ہیں آپ اور آپ کا رب
دونوں جائیں اور اُن سے لڑیں، ہم یہیں بیٹھے
رہیں گے (۲۴)

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم دیا کہ جاؤ بیت المقدس پر جہاد کرو تو قوم نے معذرت کر
دی کہ وہ اس سے پہلے بارہ (۱۲) نقیبوں میں سے دس (۱۰) کے ذریعہ اس قوم کی قوت بہادری سن چکے
تھے، ان بارہ نقیبوں میں دو نقیبوں نے کہا وہ دو شخص یوشع بن نون اور کالب بن یوفا تھے۔ پچھلی آیات میں
ان کا ذکر آیا ہے، ان دو شخصوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا عہد پورا کیا وہ عہد یہ تھا کہ ان نقیبوں سے
فرمایا تھا وہاں جا کر جبارین کا جائزہ لو، جاسوسی کرو، مگر ان کی صورت حال، قوت کا معاملہ صرف مجھے بتانا، قوم کو
آگاہ نہ کرنا۔ ان میں سے صرف یہی دو شخص عہد پر پکے رہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر کامل ایمان لائے تھے،
قوم نے کہا ہم تو داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ وہاں ہیں، آپ جائیں اور لڑیں۔

بنی اسرائیل کا اپنے نبی کو یہ جواب تو ہین نبوت اور گستاخی ہے، معلوم ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بارہ
میں بھی ایسے ہی نظریات رکھتے تھے کہ انسانوں کی طرح آنا جانا، لڑنا، بھرنا، خدا یہی کرتا ہے، حالانکہ اللہ

تعالیٰ جسم و جسمانیّت سے پاک ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس وجہ سے ان کا یہ قول کفر ہے کہ جن دو شخصوں کے متعلق قرآن مقدس نے فرمایا ”الذین یخافون“ یہ لوگ جو ڈرتے ہیں۔ اس کا ذکر نہیں فرمایا کہ کس سے ڈرتے ہیں جس سے واضح اشارہ ہے ڈر اسی ذات کا چاہیے جس کا ساری کائنات پر قبضہ ہے جس کے چاہے بغیر کوئی شئی کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی، ان دونوں بزرگوں کے متعلق دوسرا ارشاد فرمایا گیا ”انعم اللہ علیہما“ اللہ نے ان پر انعام فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے تمام انعامات و عطیات اُسی ذات قدّوس کی طرف سے ہی ہوتے ہیں ورنہ بارہ سرداروں میں سے صرف ان دو کا ذکر فرمایا گیا، حالانکہ علم جسمانیّت، نبی کی حاضری، آنکھ، کان، اعضاء کا مکمل ہونا یہ سب کچھ ان کے پاس ہی تھا مگر ان دو پر کرم ہوا جس کا ذکر فرمایا گیا یہ دو بزرگ یوشع بن نون اور کالب بن یو قنا تھے، جنہوں نے قوم کو سمجھایا کہ نبی کی مخالفت اچھی نہیں ہوتی ہے مگر یہ سرکش قوم نہ مانی جس کی سزایہ ملی کہ میدان تیبہ میں چالیس سال گزارنا پڑے، اس سزایافتہ قوم کے ساتھ یہ وہ بزرگ ہی تھے جن کی برکت سے اس میدان میں بھی ان پر انعامات ہوتے رہے۔ چالیس سال بعد نئی نسل نے یوشع بن نون کی قیادت پر اعتماد کیا اور بیت المقدس کے جہاد کیلئے روانہ ہوئی، اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ملک شام ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جنگ کے موقع پر صاف دھوکہ جواب دیا کہ ہم نہیں جائیں گے، آپ جائیں اور آپ کا رب جائے۔

قربان جائیں محبوب پاک علیہ السلام کی اُمت کے جاں نثاروں پر، میدان بدر میں کفار کے ایک ہزار مسلّح افراد مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے جمع ہیں، حضور ﷺ اپنے ربّ قدّوس سے دُعا کر رہے ہیں، مقداد بن اسود صحابی آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، اللہ کی قسم! ہم ہرگز وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔ ”فاذهب انت و ربک ففانلا“ تو اور تیرا رب جاؤ، دونوں لڑو، مقداد کی اس بات پر حضور بہت خوش ہوئے، صحابہ کرام میں جہاد کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی، حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، کہ مقداد بن اسود کے کارنامہ پر مجھے رشک ہے کاش یہ سعادت مجھے بھی حاصل ہوتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 قال رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ
 فَافْرِقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾
 قَالَ فَاِنْهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً
 یَتَبٰهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلٰی الْقَوْمِ
 الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾
 موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب
 بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی
 کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے
 درمیان فیصلہ کر دے (۲۵) (اللہ نے) فرمایا یہ
 (اَرْضِ مَقَدَّسَہ) چالیس سال تک ان پر حرام
 رہے گی یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے، آپ ان
 نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں۔ (۲۶)

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، یہودیوں کو چالیس سال تک میدان تیمہ میں بھٹکتے رہنے کی سزا دی، تیمہ کا معنی ”حیرت“ کا آتا ہے۔ یہ میدان حضرت مقاتل کی تفسیر کے مطابق تیس فرسخ لمبائی اور نو فرسخ چوڑائی ہے ایک فرسخ تین میل کا ہو تو ۹۰ میل لمبائی بنتی ہے اور ستائیس میل چوڑائی، قوم کی تعداد چھ لاکھ تھی جسے مختصر تنگ میدان میں بند کر دیا گیا۔

یہود صبح و شام سفر کرتے مگر میدان سے نہ نکل سکے، چالیس سال سزا کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے چالیس دن تک پچھڑے کی عبادت کی تھی، ایک دن کی سزا ایک سال ہوئی اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ساتھ تھے یا نہیں۔ آیہ کریمہ ”فافرّق بیننا و بین القوم“ کا انداز بتاتا ہے کہ ساتھ نہیں تھے۔

چالیس سال بعد حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں ارض مقدسہ فتح ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون کو نبوت بخشی، اور جبارین سے لڑنے کا حکم دیا، اسی مقابلہ میں سورج کو ٹھہرا دیا گیا، یہاں تک کہ آپ شہر میں داخل ہو گئے یہ حضرت یوشع بن نون کا معجزہ ہے، ہمارے رسول کریم ﷺ نے سورج کو غروب ہونے کے بعد واپس لوٹا دیا تھا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا اے کلیم! آپ اس گستاخ، نا اہل قوم کو عذاب میں دیکھ کر ان پر ترس نہ کھائیں۔ انبیاء علیہم السلام قوم کے دکھ کو دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں، اور امت کی پریشانی کو برداشت نہیں کرتے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ ایک فطری تقاضا ہے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے عذاب پر غم کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

دشمن پر رحم کرنا بھی انبیاء علیہم السلام کی صفات مقدسہ میں سے ایک صفت ہے جس کا اظہار اس حکم ”لا تاس“ سے واضح ہو رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِم نَبِيًّا أَبْنَىٰ أَدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۖ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ بِكَ يَدِي إِلَيْكَ ۖ لَأَقْتُلَنَّكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۖ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْوَءَ بِإِثْمِي وَإِثْمُكَ فَتَكُونَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۖ

صَلَّى
الْعَظِيمِ

(اے محبوب) آپ ان پر آدم (علیہ السلام) کے بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ تلاوت کیجئے جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی جب ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی تو (دوسرے) نے کہا میں تجھ کو ضرور قتل کر دوں گا اس نے (جواباً) کہا اللہ صرف متقین لوگوں سے قبول فرماتا ہے (۲۷) اگر تو نے قتل کرنے کیلئے ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے (۲۸) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ (۲۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مقدسہ میں یہود کی نافرمانی کا ذکر تھا کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا، ہم لڑائی کیلئے نہیں جائیں گے یہ اُن کی بد قسمتی تھی جس کے باعث چالیس سال تک میدانِ تیہ میں سزا برداشت کرتے رہے، اب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں لڑائی کا ذکر ہے کہ قابیل نے ہابیل کو محض حسد کی بناء پر قتل کیا، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب! یہود و نصاریٰ جو تیرے ساتھ حسد کرتے ہیں اُن کی پرواہ نہ کریں، اللہ آپ کو حاسدوں کے شر سے محفوظ فرمادے گا اور انہیں آدم علیہ السلام کے بیٹوں قابیل اور ہابیل کا سچا واقعہ سنادیں

، ان دونوں بھائیوں میں ایک اقلیمہ نامی لڑکی سے نکاح کے متعلق اختلاف ہوا تھا یہ لڑکی ہابیل کیلئے حلال تھی، قابیل کیلئے حرام۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے قابیل سے کہا تیرے لئے جائز نہیں، ہابیل سے نکاح درست ہے، قابیل نہ مانا اور کہا آپ غلط کہہ رہے ہیں اس طرح اللہ کا حکم نہیں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم دونوں اقلیمہ کے بارہ میں قربانیاں پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی وہ اقلیمہ سے نکاح کرے۔ دونوں بھائیوں نے یہ شرط منظور کر لی، دونوں نے قربانیاں پیش کیں، ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی، کہ اس کے اندر اخلاص تھا اور ہر فیصلے پر راضی تھا، قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی کہ مخلص نہیں تھا اس کا ارادہ تھا قربانی قبول ہو یا نہ ہو، اقلیمہ سے اُسی نے نکاح کرنا ہے۔

قربانی قبول ہونے کی نشانی یہ تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور اُسے جلا دیتی، اسی طرح آسمان سے آگ آئی اس نے ہابیل کی قربانی جلا دی یا اٹھالی ہابیل نے قربانی کیلئے دُنبہ پیش کیا تھا، قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی اس نے قربانی کیلئے گندم کے خوشے رکھے تھے، وہ بھی بد دلی اور بد نیتی سے۔ اب آدم علیہ السلام کے فیصلہ کے مطابق چاہئے تو تھا کہ قابیل فیصلہ تسلیم کرتا مگر بجائے تسلیم کے ہابیل سے حسد کرنا شروع کیا اور کہا ہابیل! تجھے میں قتل کر دوں گا تا کہ تو اقلیمہ سے نکاح نہ کر سکے ہابیل نے کہا اس میں میرا کیا قصور ہے کہ تیری قربانی قبول نہیں ہوئی، میری قبول ہو گئی میرا اخلاص تھا تو نیک نیت نہ تھا، تیری قربانی مسترد ہو گئی ہابیل نے قابیل سے کہا اگر تو نے مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو میں جواب میں تجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، قاتل کی سزا اللہ کے حضور بہت سخت ہے، میں چاہتا ہوں کہ تو ہی سارے گناہ لے کر بارگاہِ قدس میں جائے اور دوزخی بنے مگر قابیل پر ہابیل کے ناصحانہ انداز کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ، حضور ﷺ کو آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا واقعہ سنا کر، قابیل کے حسد کی بات بتا کر تسلی دے رہا ہے۔ محبوب! یہود بھی آپ سے حسد، بغض کی بناء پر الجھ رہے ہیں، آپ ان کی شرارتوں سے

پریشان نہ ہوں انہیں یہ حسد ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آپ کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا؟

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اس نے اپنے بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا اس کو

قتل کر دیا اور نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا

(۳۰) پھر اللہ نے ایک کو ابھیجا جو زمین گرید

رہا تھا تا کہ وہ اُسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے

بھائی کی لاش چھپائے اس نے کہا ہائے افسوس

میں اس کو جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی

کی لاش کو چھپا دیتا پس وہ پچھتانے والوں سے

ہو گیا (۳۱)

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ
مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحِثُ
فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْآتَهُ أَخِيهِ
قَالَ يَوْمَئِذِي أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا
الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْآتَهُ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ
الدَّائِمِينَ ۝

اللہ
الْحَقُّ
الْعَظِيمُ

تفسیر

”طووعت“ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کرنے کیلئے تدبیریں، قیاس آرائیاں، طریق کار پر قابیل غور کرتا رہا، کہ بھائی کو قتل کا کام آسان نہ تھا۔ آدم علیہ السلام کی ناراضگی، خدا کے غضب کا احساس ایسے کئی معاملات آڑے آتے رہے ہوں گے، آخر قتل کا فیصلہ ہو گیا، حسد غالب آ گیا۔

حسد ایک شدید بیماری ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسد اور طمع والا آدمی رحمت الہی سے ایسے محروم رہتا ہے جیسے یہ لفظ نقطہ سے خالی ہیں۔

قابیل کو جب اس کے نفس نے ہابیل کے قتل کرنے پر آمادہ کر لیا، تو اُس نے گردن مردہ قتل کر دیا یا سر کو ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے پکل دیا، اب قتل کے بعد قابیل کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ لاش کو

چھپائے کیسے۔ ابن عباس فرماتے ہیں ایک تھیلے میں ڈال کر اپنے کندھوں پر اٹھائے پھر، لاش کو اٹھا کر گھومنے پھرنے کا یہ عرصہ قریباً سال کا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا اور زمین کریدنے کے بعد اس کو اُس نے ایک مُردہ کو اُس کو اس گڑھے میں دبا دیا، یہ منظر دیکھ کر قابیل نے کہا ہائے افسوس میں اس کو اُس جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو دبا دیتا اور وہ پچھتانے والوں میں ہو گیا، یہ پچھتانا اس لئے تھا کہ اُسے دفن کرنے کا پتہ نہ تھا، بھائی کے قتل پر پچھتاؤ نہ تھا اگر یہ افسوس قتل پر ہوتا تو توبہ ہو جاتی۔

اس کے بعد قابیل کی موت کے متعلق روایت اس طرح ملتی ہے کہ قابیل ایک پہاڑی پر گیا وہاں پر ایک بیل نے اسے سینگ مار کر ہلاک کر دیا۔ ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کیلئے بد دُعا کی اور یہ قابیل زمین میں دھنس گیا۔ اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے پہلا قتل ہائیل کا قتل ہے اور سب سے پہلا جنم قابیل ہے۔ آدم علیہ السلام اور حضرت ؑ اپنے بیٹے ہائیل کی قبر پر گئے اور روتے رہے۔

آدم علیہ السلام کے ان دو بیٹوں کے واقعہ سے کئی سبق ملتے ہیں، حسد بُری شئی ہے، اس سے بچا جائے، قابیل نے اس بُرے کام کی رَوش ڈالی۔ اور وہ قیامت تک ہونے والے قتلوں کی سزا میں شریک رہے گا۔ حوصلہ، ہمت، صبر انعاماتِ الہیہ میں سے ہیں، ہائیل نے اس اچھے کام کی بنیاد رکھی، قیامت تک ہونے والی نیکیوں میں حصہ دار ہوگا۔

آیہ کریمہ میں ”جاء الحق“ کے ارشاد سے سبق ملتا ہے کوئی بھی واقعہ معاملہ ہو تو اُسے صحیح صحیح بیان کیا جائے، قابیل کا غصہ بُری بات تھی، ہائیل کا حوصلہ اچھا کام تھا، دل بُرا ہو، نیت خراب ہو تو کسی اچھے بندے کی اچھی باتیں بھی اثر نہیں کرتیں، قابیل کا دل گندہ تھا، ہائیل کی اچھی باتیں اس پر اثر نہ کر سکیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَكُسْرُفُونَ ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو بغیر جان کے بدلے کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی شخص کو بچایا گویا اس نے سب لوگوں کو بچایا، اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل و معجزات کے ساتھ آئے پھر بھی اس کے باوجود ان میں سے بہت سے زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے تھے (۳۲)

تفسیر

اس آیه مبارکہ میں بلا وجہ، بے قصور قتل کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ قاتیل نے محض حسد کی بناء پر ہائیل کو قتل کیا جس کی وجہ سے قاتیل رُسوا ہوا اور بارگاہِ قدس میں ذلیل ہوا، حالانکہ آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا مگر کتنا ہی کوئی مقرب ہو، ظالم ہو جائے تو اُسے سزا ملتی ہے، اس بے وجہ قتل کے سبب دنیا اور آخرت کو برباد کر بیٹھا بنی اسرائیل کو بتایا جا رہا ہے کہ جب نبی کا بیٹا ایک قتل پر بری طرح مار کھا گیا تو تم نے تو کئی انبیاء کو ناحق قتل کیا، تمہارا کیا انجام ہوگا۔ قرآن مقدس نے قاتیل کو خسارے والا فرمایا، اُسے سب سے بڑا نقصان یہ اٹھانا پڑا کہ آتش پرست ہو گیا، زانی ہوا، گانے بجانے کا دلدادہ ہو گیا، یہ ایسے کام تھے جن سے اس کی دنیا آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ نے قاتیل کا حال معلوم فرمالیا لوگوں کو بھی اس کے انجام کا پتہ چل گیا ہم نے یہ لکھ دیا جو شخص کسی انسان کو بلا وجہ قتل کرے کہ نہ تو اس نے کسی کو قتل کیا ہے نہ وہ شخص کسی قسم کی

ڈکیتی کا مرتکب ہوا، نہ اُس نے کسی قسم کی بغاوت پھیلا کر فساد برپا کیا ہے۔ ایسا قتل ایک بندے کا قتل نہیں گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا ہے اور جس شخص نے کسی مرتے ہوئے کو بچا لیا، کسی ناگہانی آفت سے بچا لیا، اس نے گویا سب لوگوں کو بچا لیا اُسے اس عظیم کام کا ایسا ثواب ملے گا جیسے سارے انسانوں کو موت سے بچایا۔

بنی اسرائیل کے پاس بہت سے انبیاء تشریف لائے انہوں نے معجزات دکھائے۔ خدائی احکام سنائے مگر یہ قوم پھر بھی ہٹ دھرم اور منکر رہی، خونریزی عام کی، انصاف برباد کیا ظلم کو ہوا دی۔ حضور ﷺ کے قتل کی سازشیں کیں، حضور ﷺ کو دلاسا دیا جا رہا ہے، آپ ان کی خباثتوں سے پریشان نہ ہوں یہ تو عادی مجرم ہیں ان کے پاس ہمارے رسول بے شمار کمالات و معجزات کے ساتھ آئے مگر یہ منکر ہی رہے اور زمین میں فساد ہی پھیلاتے رہے۔

اس آئیہ کریمہ نے بتایا ہے کہ ہر شخص کے دل میں دوسرے انسان کی جان کا احترام ہونا چاہئے اور اُسکی حفاظت کا جذبہ ہونا چاہئے، ناحق قتل کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے پوری انسانیت پر ظلم کیا ہے، اس کا دل انسانی ہمدردی سے خالی ہے، اگر کوئی شخص کسی انسان کو بچاتا ہے تو اُس کے دل میں انسانیت کا احترام ہے۔ درحقیقت وہ بندہ پوری انسانیت سے بھلا کرتا ہے۔

آئیہ کریمہ کے آخری حصہ میں بنی اسرائیل کی شدت، ہٹ دھرمی اور ظلم کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کے پاس انبیاء علیہم السلام بھی جلوہ گر ہوئے مگر پھر بھی بہت سے لوگ زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ
يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ
حُزْنٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۚ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدُرُوا
عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اللہ
عظیم

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ ایک طرف سے اور پاؤں دوسری طرف سے کاٹ دیئے جائیں۔ یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے یہ ان کیلئے دُنیوی ذلت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے (۳۳) ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی، جان لو اللہ بہت بخشنے والا ہے، بہت رحم فرمانے والا ہے (۳۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قاتلوں، ڈاکوؤں اور فساد یوں کا ذکر تھا۔ بے قصور آدمی کا قتل ایسے ہے جیسے قاتل نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور کسی کو موت سے بچانا ایسے ہے جیسے اس نے سبھی انسانوں کو بچا لیا۔ اب اس آیہ پاک میں قاتلوں، ڈاکوؤں اور فساد یوں کو مار دینے کا حکم فرمایا جا رہا ہے کہ قاتلوں، ڈاکوؤں کو مارنے سے معاشرہ میں امن ہے، لوگوں میں سکون ہے، معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والے لوگوں کو معاف کر دینا اچھا نہیں کہ وہ پھر فساد پھیلائیں گے، انہیں قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے، ان کے ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پاؤں کاٹے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ ان کیلئے دُنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عظیم عذاب ہوگا ہاں وہ لوگ جنہوں نے قابو آنے سے پہلے توبہ کر لی تو جان لو اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ عربیہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے، مسلمان ہو کر مدینہ پاک میں رہنے لگے کچھ دن بعد وہ بیمار ہو گئے، حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا تم صدقہ کے اُونٹوں میں چلے جاؤ، وہاں اُن کا دودھ پیو، اُن کا پیشاب پیو، صحت مند ہو جاؤ گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا شفاء ہو گئی۔ شفا ملنے پر انہیں شرارت سو جھی اُونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا، انہیں قتل کیا اور اُونٹ لے کر بھاگ گئے، ان کے اس اقدام قتل نے انہیں قاتل ڈاکو بنایا، یہ لوگ اسلام سے پھر کُرمُرتد ہو گئے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اُن کے گرفتار کرنے کیلئے حضرت یسار کو بھیجا، ان گستاخوں نے حضرت یسار کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر شہید کر دیا۔ پھر وہ پکڑ کر لائے گئے تو آپ نے ان کے ہاتھوں، پاؤں کو کٹوا دیا یا اُن کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھر وادیں، جنگل میں چھوڑ دیا گیا، اس حالت میں مر گئے۔

اس حکم کے اُترنے کے سلسلہ میں مفسرین کرام نے اور بھی کئی روایات نقل کی ہیں۔ آئیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا اگر مجرموں نے سزا کے بعد توبہ کر لی تو اللہ غفور ہے، رحیم ہے کہ قیامت کے دن انہیں معاف کر دے اگر توبہ نہ کی، اللہ سے معافی نہ مانگی تو یہ دُنیا کی سزا قیامت کے دن اُن کے آخرت کے عذاب سے بچنے کا سبب نہ بن سکے گی، قیامت کو بھی عذاب ہوگا۔

اس آئیہ کریمہ میں چوروں، ڈاکوؤں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں ایسے لوگوں کی سزا فرمادی گئی ہے جس نے قتل کیا اُسے قتل کیا جائے اگر قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو سولی دیا جائے گا، اگر صرف مال لوٹا ہے تو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اگر قتل لوٹ مار نہیں محض ہراساں کیا ہے تو قید کیا جائے گا۔

اسلام میں سخت سزاؤں کا اعتراض بے معنی ہے یہ سخت سزائیں معاشرہ کی اصلاح اور مجرموں پر گرفت کیلئے ہیں، آج سعودی عرب میں دوسرے ممالک کی نسبت جرائم کم ہونے کا باعث یہ اسلامی سزائیں ہی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے اسلام میں سزاؤں کی تین قسمیں متعارف ہیں۔

۱۔ حدود ۲۔ قصاص ۳۔ تعزیرات

۱۔ حدود

حدود میں اگر صاحب حق معاف بھی کر دے تو حد ساقط نہیں ہوگی مثلاً چور کو مالک معاف بھی کر دیتا ہے تو چوری کی سزا معاف نہیں ہوگی، یہ اُس وقت ہے جب چور پر گواہ بھی ہوں، مقدمہ عدالت میں چلا جائے تو اب معافی نہیں۔

۲۔ قصاص

قصاص کے اندر یہ صورت نہیں، قاتل پر جرم ثابت ہو جائے تو بھی ولی کو حق ملتا ہے اگر قاتل کو معاف کر دے تو قتل سے چھوٹ جائے گا۔

۳۔ تعزیر

جن جرائم کی سزا کا تعین نہیں فرمایا گیا، اُسے تعزیر کہتے ہیں، تعزیری سزائیں حالات کے پیش نظر ہلکی بھی ہو سکتی ہیں، سخت بھی۔ اس سلسلہ میں قاضی کو وسیع اختیارات ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف
 وسیلہ تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو، اس
 اُمید پر کہ تم کامیابی پاؤ۔ (۳۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
 وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

صَلَّى
 الْعِظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر تھا جو اللہ اور رسول اللہ سے جنگ کرتے ہیں وہ چور، ڈاکو، قاتل اور فسادی تھے۔ اس آیہ پاک میں اُن بڑے کاموں سے بچنے کا طریقہ فرمایا جا رہا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، یہود کی طرح منکبر نہ ہو جاؤ، ایمانداروں کو تین حکم دیئے جا رہے

ہیں۔

۱۔ خُدا کا ڈر

پہلی بات یہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو، اللہ سے ڈر ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ گناہوں کو کم کرنے کا بہترین علاج خُدا کا خوف ہے جس قدر بندے میں خدا کا ڈر بڑھتا جاتا ہے گناہ کم ہوتے جاتے ہیں اور جس قدر بے خوفی ہو، گناہوں پر دلیری ہوتی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی بندہ خدا کے ڈر سے کانپ جاتا ہے تو اُس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے۔

۲۔ وسیلہ کی تلاش

دوسرا حکم وسیلہ کی تلاش کا دیا جا رہا ہے، بارگاہِ قدس تک پہنچنے کیلئے سب سے بڑا، سب سے بہتر، سب سے قریب وسیلہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے اُن سے قُرب، اللہ سے قُرب ہے، اُن سے دُوری اللہ سے دُوری ہے، اُن کی محبت اللہ کی محبت ہے، اُن کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے۔

ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو اس طرح دُعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔

”اللهم انی اسألك و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة“

کچھ لوگوں نے انبیاء، اولیاء کے توسل کو ناجائز کہا جو سراسر زیادتی ہے اور اس آیہ مبارکہ کے عموم کا کھلا انکار ہے۔ قرآنِ مقدس نے حضور ﷺ سے پہلے لوگوں کا ذکر اس طرح کیا ہے ”وكانوا يستفتحون علی الذین كفروا“ ”یہ لوگ محبوب (ﷺ) کے وسیلہ سے کفار پر فتح مانگتے تھے۔ نبی کا وجود بارگاہِ قدس تک پہنچنے کیلئے زبردست وسیلہ ہے جس شی کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قُرب حاصل ہو، اُسے وسیلہ کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ایمان، اعمال بھی اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ جس طرح ایمان، اعمال صالح اللہ تعالیٰ کے قُرب کا ذریعہ ہیں ایسے ہی انبیاء و اولیاء کی محبت و محبت بھی بہترین ذریعہ ہیں، اِس لئے ان کو وسیلہ بنا کر دُعا مانگنا جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قُط کے دنوں حضرت عباس رضی اللہ

عنه کو وسیلہ بنا کر اللہ سے بارش کی دُعا کی، جو قبول ہوئی۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”قول جمیل“ میں اس آیہ میں وسیلہ سے مراد شیخ کی راہنمائی لی ہے

۳. خدا کا قرب

اس آیہ پاک میں تیسرا حکم مومن کو یہ دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے جہاں تقویٰ اختیار کرنے اور وسیلہ کی تلاش ضروری ہے وہاں اُس کی راہ میں مصروفِ جہاد رہنا بھی ضروری ہے، یہ جہاد دشمن کافر سے بھی ہے، شیطان سے بھی، خدا کے باغی لوگوں سے بھی، اپنی بُری خواہشات سے بھی، نفس سے بھی ہے، بُرے نظریات سے بھی ہے۔ اس جہاد میں ہمہ تن ہمہ وقت مصروف رہے۔ اس محنت، عملِ صالحِ مصروفیت کے بعد بارگاہِ قدس سے یہ بشارت ملتی ہے۔ ”من جاهد فینا لنہدینہم سبلنا“ جس نے ہم میں آنے کی کوشش کی ہم اُسے اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

آیہ پاک کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی بندہ یہ ساری صورتیں اپنالیتا ہے تو کامیابی سے نوازا جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّهُمْ فَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوهُ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ
مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے قبضہ
میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی
اور بھی ہوں تا کہ قیامت کے دن عذاب سے
نجات کیلئے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دیں تو وہ
فدیہ اُن سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اُن کیلئے
دردناک عذاب ہے (۳۶) وہ جہنم کی آگ
سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور وہ اُس میں سے
نہیں نکل سکیں گے اور اُن کیلئے ہمیشہ کا عذاب
ہے۔ (۳۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے ایک غلط دعویٰ کو رد کیا جا رہا ہے وہ کہتے تھے جیسے ہم آج دنیا میں مالدار ہیں
قیامت کو بھی یہی صورت ہوگی، اگر وہاں عذاب ہوا تو دولت کام آجائے گی، وہ دے کر چھوٹ جائیں گے
ان کی تردید فرمائی جا رہی ہے، دولت کا کچھ حصہ تو کیا اگر تمہارے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی ہو
اور اسی قدر اور بھی اور پھر تم عذاب سے بچنے کیلئے فدیہ دو تو بھی وہ قبول نہیں ہوگی اور تم دردناک عذاب میں
رہو گے۔ اُس آگ سے نکلنے کی کوشش کریں گے مگر ایسا ہو نہیں سکے گا وہ دردناک عذاب میں ہمیشہ رہیں
گے۔

اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کا حشر بیان کیا گیا ہے جو دنیا میں تقویٰ، وسیلہ جہاد، اختیار کرنے سے
دور رہے، فرمایا گیا ہے کافر کیلئے موت، قبر، حشر سب میں عذاب ہی عذاب ہے اور تقویٰ، وسیلہ، جہاد
اختیار کرنے والوں کیلئے موت بھی خوشی ہے ”الموت جسر یوصل الحبيب الى الحبيب“ موت

ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتی ہے، مومن کیلئے قبر بھی راحت ہے، رحمت ہے کہ اس کیلئے وہ امن کا گھر ہے، اس میں اُسے حضور ﷺ کی زیارت اور پہچان نصیب ہوگی۔ مومن کیلئے حشر کا میدان بھی رحمت ہے کہ اُسے میدانِ حشر میں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوگی۔

میدانِ محشر میں مومن کا وہ مال جو اُس نے دنیا میں نیک کاموں پر خرچ کیا ہے وہ مال مومن کیلئے نجات، اجر، بخشش کا سبب بن جائے گا اور کافر اپنے مال سے نجات حاصل نہ کر سکے گا جیسے آیہ مبارکہ میں کفار کا بھی ذکر ہے کہ وہ اگر کائنات بھر کی دولت کا فدیہ بھی دیں تو قبول نہ ہوگا۔ آیہ مبارکہ میں کفار کا دوزخ سے نہ نکل سکتا بھی ذکر فرمایا، جس سے پتہ چلتا ہے گنہگار ایماندار اگر دوزخ میں ڈالا گیا تو اس سزا کے بعد اُسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا، مومن کا یہ عذاب عارضی ہوگا، کافر کا عذاب دائمی ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
 جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
 حَكِيمٌ ۝ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ
 فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
 أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ
 عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اللہ
 العظیم

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی
 عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو یہ ان کی سزا
 ہے جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ کی طرف سے
 عبرتناک سزا ہے اور اللہ بہت غالب اور حکمت
 والا ہے (۳۸) پھر جس نے اپنے ظلم کرنے کے
 بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک
 اللہ اُس کی توبہ کو قبول فرمائے گا بے شک اللہ
 بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے (۳۹)
 کیا تو نے جانا نہیں کہ بے شک تمام آسمانوں
 اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے
 عذاب دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور
 اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۴۰)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ڈاکو کے ہاتھ، پاؤں کاٹنے کا ذکر تھا اس میں چور کی بھی وہی سزا فرمائی جا رہی
 ہے۔ اسلام سے قبل بھی چور کی سزا ہاتھ کاٹنا تھی، اسلام نے بھی اس سزا کو جاری رکھا، اسلام میں جس چور کا
 سب سے پہلے ہاتھ کاٹا گیا وہ خیابن عدی تھا، عورتوں میں جس چور عورت کا سب سے پہلے ہاتھ کاٹا گیا وہ
 مڑہ بنت سفیان تھیں۔ ہاتھ کاٹنا شدید سزا ہے۔ جس نے چھپ کر گھر کو لوٹا ہے اور گھر والے بے خبر ہیں، مگر
 گھر برباد کر دیا گیا ہے یہ جرم بھی بڑا تھا کہ اس کے گواہوں کے ملنے میں شدید دشواری تھی، اس سختی میں
 حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ایسے جرائم سے بچیں۔ مطلقاً چوری پر یہ سزا نہیں کہ اگر کسی نے

چار پیسے بھی چوری کر لئے ہیں تو ہاتھ کاٹا جائے، شریعت مطہرہ نے اس چوری کے مال کی ایک حد رکھی ہے اس حد کے سلسلہ میں آئمہ کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم ہمارے امام سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حد دس (۱۰) درہم ہے یا ایک دینار۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم مال میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، بعض چیزوں میں چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں حقیر چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا، پرندے کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیٹے المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا۔ ان روایات کا یہ معنی نہیں کہ چور کو سزا ہی نہ دی جائے، ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر دوسری کوئی سزا ہوگی کہ معاشرہ بہتر رہے۔

یہ آیہ کریمہ طعم ابن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی جس نے مدینہ منورہ میں ایک گھر سے آٹے کا تھیلہ چوری کیا اور راز فاش ہو جانے پر تہمت ایک یہودی پر لگا دی کہ چور وہ ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل پانچویں پارہ سورہ نساء میں ”وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا“ کے تحت گزر چکی ہے۔ آیہ مبارکہ میں چور کی سزا فرمادی گئی کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے، یہ حکم اختصار سے ہے۔ اس کی تفصیل چور کون ہے؟ ہاتھ کتنے کیلئے مال کا نصاب کیا ہے؟ چوری کا ثبوت کیسے ہوگا؟ ان تمام مسائل کی مکمل تفصیل احادیث شریف میں موجود ہے۔

آیہ مبارکہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کی ایک وجہ تو یہ فرمائی گئی کہ یہ سزا اس کے اپنے کردار کی وجہ ہے جیسے ”بما کسبا“ سے ظاہر ہے۔ دوسری وجہ فرمائی گئی ہے ”نکالا“، کہ یہ عبرت کے طور پر ہے کہ لوگ اس سزا کو دیکھ کر چوری کے گھناؤنے جرم سے بچیں۔ اسلامی سزائوں کی سختی پر اعتراض کرنے والے اس پر غور کریں کہ یہ سخت سزائیں ملک کے باشندوں کو امن، اطمینان اور سکون دیتی ہیں یا نہیں وہ یقیناً محسوس

کریں گے، ایک آدمی کے ایک ہاتھ کٹنے سے بہت سے لوگ امن کی نیند سوتے ہیں اور چوری کے خطرہ سے بچ جاتے ہیں۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا ان سزاؤں کا اعلان کرنے والا خدا سب پر غالب ہے، عزیز ہے، ان سزاؤں پر اعتراض کرنا بے معنی ہے کہ اُس کا حکم ہزاروں حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ یہ سزا کس قدر بہتر ہے۔ آیہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر چور نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ توّاب ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمالے اور قیامت کے عذاب سے بچالے۔

”الم تعلم“ کیا تو نہیں جانتا۔ فرما کر اپنے اختیارات اور قبضہ کا ذکر فرمایا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے، وہی زمین و آسمان کا مالک ہے، اور ہر شئی پر قادر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنَكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ
فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِمَا أُوتِيَ
وَلَمْ تُؤْمَرْ مِنْ قُلُوبِهِمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا
وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَكَ بَلَاءٌ سَبْعُونَ لِقَاءَ
أَخْرَجْنَاكَ مِنْهَا لِتَعْلَمَ أَنَّهَا مُؤْتَاةٌ
بِقَوْلِكَ وَإِنْ لَمْ تُؤْمَرْ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ
اللَّهُ فِتْنَةً فَلَنْ تَكُونَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ
الَّذِينَ لَمْ يَرْجُوا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ يُبْطِلُ قُلُوبَهُمْ
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥١

اللہ
الصلی
العظیم

(اے محبوب) آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو
تیزی کے ساتھ کفر میں سرگرم ہیں ان میں کچھ
لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنے منہوں سے
کہہ دیا ہم ایمان لے آئے ہیں حالانکہ ان کے
دل مومن نہیں ان میں سے بعض لوگ یہودی
ہیں جو جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور ان لوگوں
کی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے پاس
نہیں آئے، اللہ کے کلام کو اس کی جگہوں سے
بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں اگر تمہیں یہ حکم دیا
جائے تو اس کو مان لو، اگر یہ حکم نہ دیا جائے، تو
اس سے بچو اور جسے اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے تو
تو ہرگز اس کیلئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا
مالک نہیں ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو
پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا، ان کیلئے
دنیا میں رسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا
عذاب ہے۔ (۴۱)

تفسیر

گزشتہ آیات مقدسہ میں چوری، ڈکیتی، دہشت گردی کا ذکر تھا، چور مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم
تھا ظاہر ہے اس شرعی فیصلے پر کفار و مشرکین جو اس کردار کے مالک تھے مخالفت میں زیادہ سرگرم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضور ﷺ کو حوصلہ اور صبر کی تلقین فرمائی۔ اے محبوب! آپ کو کفار کی سازشیں غمگین نہ کریں ان میں کچھ منافق ہیں جو کفار کے دوست ہیں، مسلمانوں کے خلاف سرگرم رہتے ہیں، منہ سے کہتے ہیں ہم ایماندار ہیں مگر ان کے دل منکر ہیں، یہود بھی آپ کے خلاف ہیں ان کی بھی پرواہ نہ کریں، یہ دونوں گروہ یہود کے سربراہ لوگوں سے اسلام کے خلاف جھوٹی باتیں سنتے رہتے ہیں، تورات کے احکام کو اپنی جگہ سے بدلنے میں دلچسپی رکھتے ہیں آپ کی نبوت کے خلاف شبہات پیدا کرتے ہیں، آپ سے سنی ہوئی باتوں کو توڑ مروڑ کر غلط انداز میں دوسروں تک پہنچاتے ہیں، تورات میں یہ لوگ لفظی تحریف بھی کرتے ہیں اور معنوی بھی۔ لفظی تو یہ کہ عبارت سے لفظ ہی چھوڑ دیا یا بدل دیا، معنوی یہ کہ آیہ کا معنی ہی الٹا کر دیا۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا یہود کے ایک امیر گھرانے کے شادی شدہ جوڑے نے زنا کر لیا، تورات کے حکم کے مطابق انہیں سنگسار کیا جانا تھا مگر وہاں کچھ یہود کو پتہ چلا کہ قرآن مجید کے احکام میں تورات کی نسبت نرمی ہے، اس لئے وہاں سے ایک جماعت کو دربار نبوی میں بھیجا گیا اور یہی مسئلہ دریافت کیا گیا، بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے والی جماعت میں کعب بن اشرف، کعب ابن اسد، سعید بن عمر اور مالک بن حیف بھی شامل تھے، ان کے ساتھ کچھ منافقین بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ زانی کی سزا کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم میری بات مانو گے عرض کی جی ہم تو حاضر ہی اس لئے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا ان کی سزا سنگسار کرنا ہے، ان لوگوں نے کہا جی یہ سزا تو آپ نے بہت سخت بتائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم فدک میں رہنے والے عالم ابن صوریہ کو مانتے ہو انہوں نے کہا جی وہ تو تورات کا بہت بڑا عالم ہے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر اُسے بلوالو، اور اس سے پوچھ لو وہ کیا کہتا ہے۔

چنانچہ اس یہودی عالم کو فدک سے بلایا گیا، یہ علاقہ فدک خیبر سے قریب ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن صوریہ! تجھے اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری اور فرعون کو برباد کیا، بنی اسرائیل پر من و سلویٰ اُتارا، سچ بتاؤ، تورات میں شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے؟ ابن صوریہ نے جواب دیا

کہ بے شک تورات میں ایسے زانی کی سزا رجم ہے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر تم نے یہ سزا بدل کیوں لی؟ تو اس نے کہا ایک بادشاہ کے عزیز نے یہ جرم کر لیا تھا تو اُسے اس سزا سے بچانے کیلئے ہم نے چند کوڑے مارے اور اسے گدھے پر سوار کر کے شہر پھرانے کی سزا تجویز کی تھی، اس پر یہود نے ابن صوریہ کو سخت درشت کیا اور فیصلہ کے انکاری ہو گئے۔ چنانچہ ان دونوں زانی اور زانیہ کو بھی سزا دی گئی انہیں سنگسار کیا گیا مگر آنے والے یہودی اس فیصلہ سے ناراض رہے، تب یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، روح البیان)

حضور سید عالم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کی باتوں پر غمگین نہ ہوں، بہت جلد منہ سے کفر بول دیتے ہیں، احکام کا انکار کرتے ہیں ان کے دل مومن نہیں وہ آپ کی باتوں کو ماننے کیلئے نہیں سنتے بلکہ جھوٹ باندھنے کیلئے سنتے ہیں کہ باہر جا کر آپ کے خلاف باتیں کریں یہ لوگ تو ان کی باتیں سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں نہ آنے والے خیر کے بڑے بڑے گھرانوں کے یہود تھے، جن کا حال یہ ہے کہ وہ تورات میں تحریف کرتے ہیں۔

اس آئیہ پاک میں تین گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایک طبقہ منافقین کا جس کے متعلق فرمایا ”وَلَمَّا تَوَمَّنْ قُلُوبُهُمْ“ اُن کے دل ایمان نہیں لائے۔ دوسرا گروہ مدینہ منورہ کے یہود کا جس کے متعلق فرمایا ”سَمِعُونَ لِقَوْمٍ“ تیسرا گروہ خیر کے یہود کا جس کے متعلق ارشاد ہے ”لَمْ يَأْتُواكَ“ وہ تیرے پاس آتے ہی نہیں، یہ تینوں گروہ حق سے دور ہیں خدا کے باغی ہیں، آپ ان کی باتوں پر غمگین نہ ہوں۔ علماء کو بھی چاہئے کہ وہ اسلام دشمنوں کی مخالفت سے پریشان نہ ہوں، اپنا حق گوئی کا کام کرتے جائیں اور دین اسلام کی تبلیغ میں مگن رہیں، تبلیغ اسلام کی کامیابی کا حسین ترین راستہ یہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں، حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں اگر وہ آپ کے پاس آجائیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کریں اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز نقصان نہ پہنچائیں گے اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف والوں سے محبت فرماتا ہے (۴۲) اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے باوجود وہ رُگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (۴۳)

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلشَّيْءِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں خیبر کے یہود کا بارگاہ رسالت میں مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنا ذکر ہوا ہے، دراصل ان کا آنا خلوص پر مبنی نہیں تھا بلکہ بد نیتی پر تھا کہ اگر جواب ہماری مرضی کے مطابق ہوگا تو مان لیں گے، ورنہ انکار کر دیں گے۔ پچھلی آیہ پاک میں ان کی بد عادات کا ذکر ہے جن میں سے ایک یہ تھی، ”سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ“ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں۔ دوسری بُری عادت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ”سَمِعُونَ لِقَوْمِ آخِرِينَ“ آخر میں دوسروں کو آپ کے پاس بھیج کر جاسوسی کرتے ہیں، خود نہیں آتے۔ تیسری بُری عادت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ کتاب اللہ کی تحریف کرنے میں معافی بگاڑتے ہیں۔ چوتھی بُری عادت کا ذکر

اس آیہ پاک میں ہے ”اکلون للسحت“ یہ لوگ سُحت کھانے کے عادی ہیں، سُحت کے کئی معنی کئے گئے ہیں، حرام شے کا کھانا بھی سُحت ہے، رشوت لینا بھی سُحت ہے، زانیہ کی اجرت بھی سُحت ہے، شراب کی قیمت بھی سُحت ہے، مردار کی قیمت بھی سُحت ہے، سُحت کا لغوی معنی کسی کو جڑ سے کاٹ دینا بھی ہے، حرام کی تمام قسموں کا استعمال دین کو جڑ سے اُکھاڑتا ہے، اور بندے کو بے دین بنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ ”سُحت“ کیا ہے فرمایا، فیصلہ کرتے وقت رشوت لینا۔ رشوت یہ ہے کسی کا حق ضائع کرنے کیلئے اور ناحق کو اپنے قبضہ میں لینے کیلئے حکمران کو دیا جائے۔

آیہ پاک کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا اے محبوب اگر وہ لوگ آپ کے پاس کسی فیصلہ کیلئے آئیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ کر دیں یا اُن سے اعراض کر لیں یہ لوگ آپ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہ یہود جو فیصلہ کرانے آئے تھے، یہ اہل ذمہ نہیں تھے، جب کفار ذمی نہ ہوں تو فیصلہ کرنا ہم پر واجب نہیں۔ آیہ پاک میں ہے فیصلہ دینے کا اختیار تو دے دیا گیا، اگر فیصلہ دیں تو عدل و انصاف سے دیں، کیا حضور ﷺ کا فیصلہ انصاف سے ہٹ کر ہو سکتا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ فیصلہ اپنی شریعت کے مطابق فرمائیں کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں، ان کے قوانین منسوخ ہو گئے۔ اگلے حصہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے محبوب وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے، حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر وہ رُگردانی کرتے ہیں وہ ایمان لانے والے نہیں تورات میں زانی کو سنگسار کرنے کا حکم استثناء باب ۲۲ میں موجود ہے و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَهْدِيكُمْ
بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا
وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا
النَّاسَ وَخُشُوا اللَّهَ وَآخِشُوا وَلَا تَتَّبِعُوا يَأْيَتِي ثَمِينًا
قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

صَلَّى
الْعِظَمَاءِ

بے شک ہم نے توراۃ کو نازل کیا جس میں
ہدایت اور نور ہے اللہ کے نبی جو ہمارے
فرمانبردار تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے
رہے اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے)
کیونکہ ان سے تورات کی حفاظت کرائی گئی تھی
اور وہ اس پر گواہ تھے تم لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ
سے ڈرو اور میری آیات کے بدلہ تھوڑی قیمت
نہ لو اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے
مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں (۴۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہود کے بارہ میں ذکر تھا کہ وہ مومن نہیں کہ محبوب! آپ کو دل سے نہیں مانتے
اس آیہ پاک میں اُن کے مومن نہ ہونے کی دلیل فرمائی گئی ہے کہ انہوں نے توراۃ کو چھوڑ دیا جس پر انبیاء
علیہم السلام عمل کرواتے تھے اور وحی الہی سے روگردانی کفر ہے، اس سے پچھلی آیہ پاک میں بھی انہیں کافر کہا
گیا، ظالم کہا گیا، فاسق کہا گیا۔ اس آیہ پاک میں توراۃ کے بارہ میں فرمایا گیا ہے وہ آسمانی کتاب ہے اس
میں نور ہے ہدایت ہے، اس کتاب پر انبیاء علیہم السلام عامل رہے، اس کی حفاظت علماء کے ذمہ رہی۔ حضور
ﷺ کے زمانہ پاک کے یہود سے فرمایا گیا کہ ایسی عظمت والی کتاب کا انکار کرتے ہو اس کے احکام
چھپاتے ہو اس میں تحریف کرتے ہو، اپنی مرضی کے معنی تلاش کرتے ہو اس کے احکام کے خلاف فیصلے
دیتے ہو، مجھ سے ڈرو، آیات کو مال متاع بنانے کا سبب نہ بناؤ۔ چند سکوں کے بدلہ آیات نہ بیچو۔

یادر ہے دنیا بھر کی دولت بھی ہو تو وہ قلیل ہی ہے، قرآن مقدس فرماتا ہے ”قل متاع الدنیا قلیل“

کہہ دیجئے ساری دنیا کی دولت قلیل ہی ہے۔

قرآن مقدس کے اُترنے تک توراۃ کے سارے احکام کا ماننا لازم رہا، نزول قرآن پاک کے بعد اگر قرآن پاک، توراۃ، انجیل کے احکام بغیر تردید کے ذکر فرمائے جائیں تو ہمارے لئے بھی عمل لازم ہے۔ یہود کا یہ کہنا کہ تورات قرآن کے ہوتے ہوئے بھی مکمل طور پر واجب الاطاعت ہے، ایسا ہرگز نہیں قرآن مقدس نے تورات انجیل کے بہت سے احکام کو منسوخ فرمایا جن پر عمل ختم ہو گیا جیسے توراۃ کے زمانہ میں تورات کی حفاظت علماء اولیاء کرتے رہے۔ آج قرآن مقدس کی حفاظت اولیاء علماء کر رہے ہیں، آیہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ مجھ سے ڈرو اگر ہمارے دلوں میں خدا کا ڈر پیدا ہو جائے تو دنیا بھر کے ڈر ختم ہو جاتے ہیں، خدا سے ڈرنے والے شخص سے پوری کائنات ڈرتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے یہ وعید عذاب تنبیہ صرف یہود کیلئے ہے مگر ایسا نہیں کہ کوئی حکم کسی ایک کیلئے اُترا ہے تو وہ اُترا تو اس کیلئے ہے مگر تنبیہات سب کیلئے ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص احکام خداوندی کی مخالفت کرتا ہے نہیں بدلتا ہے تو کفر، ظلم، فسق کی لعنت میں مبتلا ہو جائے گا، ارشادات خداوندی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کو کفر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے بچائے جو آیات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، جیسے بعض لوگ بتوں کے حق میں اترنے والی آیات کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں (معاذ اللہ) آیہ پاک کا آخری حصہ واضح طور پر اسی سلسلہ میں ہے ”وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ“ جو لوگ اللہ کے نازل ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر و منکر ہیں جن کیلئے جہنم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَالْوَيْلُ لَكُمْ هُمْ الظَّالِمُونَ

صَلَّى
الْعِظَمِ

اور ہم نے یہود کیلئے تورات میں یہ لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے میں ناک، کان کے بدلے میں کان، دانت کے بدلے میں دانت اور زخموں کیلئے قصاص اور جو شخص معاف کر دے تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی اور جو کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرے (جسے اللہ نے اتارا ہے) تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (۴۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں توراۃ کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ اس میں ہدایت بھی ہے، نور بھی، توراۃ کی ہدایت و نور کا ذکر ہے۔ اس آیہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ یہود میں رواج ہو گیا تھا اگر عورت کو مرد قتل کر دیتا تو اس کے بدلہ میں مرد کو قتل نہ کیا جاتا تھا بلکہ یہود نے امیر، غریب کے خون میں یہ فرق کر رکھا تھا، یہود میں بنو نضیر کو اعلیٰ خاندان تصور کیا جاتا تھا اور بنی قریظہ کو ادنیٰ، اگر کوئی بنو نضیر کا بندہ کسی بنو قریظہ کے بندے کو قتل کر دیتا تو قاتل کو ہرگز قتل نہ کرتے بلکہ اس کی دیت بھی آدھی دلواتے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب ہم نے تو بنی اسرائیل پر تورات میں لازم کیا تھا کہ جان کے بدلے جان قتل کرو، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کاٹ دو، کان کے عوض کان کاٹ دو، دانت کے عوض دانت نکال دو، تمام قابل قصاص زخموں کا قصاص ہے ہاں اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کر دیں تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی، ان اسرائیلیوں نے اس قانون میں ایسی گڑبڑ کی کہ مرد عورت، امیر، غریب کا فرق کر دیا، یہاں تک کے امیر، شریف کے بدلہ میں دو دقتل کرنے لگے اور غریب کا قصاص ہی ختم کر دیا۔

آیہ پاک کے آخر میں نازل شدہ حکم کی مخالفت کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ لوگ ظالم ہیں، قرآن مقدس نے تورات کے اس ضابطہ کا ذکر فرما کر تورات کے اس قانون کی تصدیق فرمائی ہے بلکہ توراۃ، انجیل کی حفاظت بھی کی ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے جو تحریف کی گئی تھی اس کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح کیا ہے۔ بائبل کے اندر یہی ضابطہ آج بھی موجود ہے جیسے پرانا عہد نامہ استثناء باب ۱۹، آیت ۲۱ میں تفصیل ملتی ہے۔

آیہ کریمہ میں بدلہ نہ لینے کے عمل کو گناہوں کا کفارہ فرمایا گیا ہے قرآن مقدس نے اسی عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ہے ”فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ“ جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اگر مجرم توبہ کر کے خوشی کے ساتھ اپنے کو حد کیلئے پیش کرتا ہے تو اس کا عمل اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔ قرآن مقدس کے انداز بیان سے بھی محسوس ہوتا ہے کہ اس کا معنی یہی کیا جائے کہ مظلوم مجرم کو معاف کر دے تو یہ گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔ پہلے حصہ میں ظالم کو سزا کا ذکر ہے تو ساتھ ہی مظلوم کو معاف کر دینے کا بھی ذکر فرما دیا گیا اگر کوئی شخص صدقہ کی نیت سے معاف کر دیتا ہے تو اس کی یہ نیکی اس کے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، آیہ پاک کے آخری حصہ میں فرما دیا گیا ہے، اتارے گئے احکام کا مخالف ظالم ہے، وہ کوئی بھی ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور ہم نے (ان انبیاء) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے انہیں انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور اس توراۃ کی تصدیق کرنے والی تھی جو ان کے سامنے تھی اور (انجیل) متقین کیلئے ہدایت اور نصیحت تھی (۴۶) اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا، اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں (۴۷)

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَنُورٌ مَّوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

صَلَّى
الْعِظْمَاءِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں یہود کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ توراۃ کے احکام مانیں، اُن پر عمل پیرا ہوں، تحریف سے بچیں، خدا کی بغاوت سے دور رہیں، اب عیسائیوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ انجیل کے احکام مانیں، انجیل میں ہدایت بھی ہے، نور بھی، نصیحت بھی ہے۔ انجیل میں اتارے گئے احکام میں ایک اہم حکم یہ بھی ہے کہ حضور کو آخری نبی مانیں، ان پر ایمان لائیں اگر وہ ان پر اتارے گئے احکام کو نہیں مانتے تو وہ لوگ فاسق ہیں۔

پہلی آیات میں یہود کے دو جرموں کا ذکر تھا ایک تو انہوں نے زنا کی حد میں تحریف کی، سنگسار کرنے کی بجائے منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر باہر پھرایا، دوسرا جرم یہ تھا کہ انہوں نے قصاص کے سلسلہ میں توراۃ کا قانون بدلا۔ بنو نضیر نے خون کی دیت پوری اور بنو قریظہ کے خون کی دیت آدھی کر دی۔ امیر، غریب کا فرق کر دیا، یہ بھی توراۃ کے حکم کی تحریف تھی، اس آیہ پاک میں ان کے تیسرے جرم کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا، آپ نے توراۃ کی

تصدیق فرمائی، یہود نے جن احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا ان احکام کو پھر جاری کیا، یہ انجیل کے ذریعہ توراہ کی تصدیق ہے۔ انجیل میں ہدایت بھی ہے، نور بھی، یہ متقین کیلئے نصیحت بھی، اہل انجیل کو حکم ہے کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔ یہود نے انجیل کے فیصلوں کو بھی ٹھکرا دیا، عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔

عیسائیوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ انجیل کے احکام پر عمل کریں، انجیل میں جو حضور ﷺ کی بشارات ہیں انہیں مانیں، ان کی غلط تاویل سے بچیں، انجیل کے ان سارے احکام کو مانیں، جنہیں قرآن مقدس نے منسوخ نہیں کیا۔

عیسائیوں کو یہ حکم اُس وقت دیا گیا جب قرآن پاک نازل نہ ہوا تھا۔ قرآن پاک کے نازل ہونے کے بعد تمام ادیان منسوخ ہو گئے، اب صرف اور صرف نجات کا ذریعہ اتباع اسلام ہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہر نبی کا راستہ اس کے امتی کو خدا تک پہنچا دیتا تھا، حضور ﷺ کی جلوہ گری کے بعد وہ سارے کے سارے دروازے بند ہو گئے، اب صرف ایک ہی شاہراہ کھلی ہے جو خدا تک پہنچاتی ہے وہ شاہراہ اسلام ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ
فَاَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ
هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ
شِرْعَةً وَ مِنْهَا جَاءُ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ
أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
فِيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

(اے رسول مکرم) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی اور اس کے سامنے جو (آسانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے، آپ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق ان میں فیصلہ کریں آپ حق سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ شریعت اور واضح راہ بتائی ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے آزمائش کیلئے الگ الگ احکام دیئے سو تم ایک دوسرے سے بڑھ کر اچھائیاں بہتریاں اپناؤ تم سب نے اللہ کی ہی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان معاملات کی خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (۴۸)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں تورات، انجیل کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کتابوں میں ہدایت ہے، نور ہے، اب قرآن مقدس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، اے محبوب پاک ہم نے سابق انبیاء علیہم السلام اور ان پر اتاری گئی کتابوں کے بعد آپ پر قرآن مجید نازل کیا جو حق ہے، اس کی خوبیوں اور کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ کتابیں سچی ہیں اور یہ ان پر محافظ ہے اور گواہ ہے

کہ قرآن پاک کی وجہ سے اُن کے نام اور بعض عقائد محفوظ ہیں۔ حضور سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ اور دوسرے تمام کفار کے درمیان وحی الہی کے مطابق فیصلے فرمایا کریں، اور اے سننے والے! حق کو چھوڑ کر فیصلہ نہ کرنا ایسا فیصلہ کرنا زیادتی ہوگی ہم نے اس سے پہلے تمام یہود و نصاریٰ کیلئے الگ الگ شریعتیں بنا دی تھیں جن پر فیصلے کیا کرتے تھے یا اس کا معنی یہ کیا جائے کہ ہم نے تمام انسانوں کیلئے ایک دین، ایک شریعت، ایک ضابطہ بنا دیا ہے وہ ضابطہ دین اسلام ہے۔ سبھی کو اسی کا کار بند ہونا چاہئے اگر ہم چاہتے تو دنیا میں صرف ایک ہی دین ہوتا اور سبھی لوگ اس کی اتباع کرتے ایک ہی امت ہوتے مگر الگ الگ شریعتوں کے رکھنے میں حکمت یہ تھی کہ تمہاری جانچ ہوتی رہے یہ بھی معنی کیا جاسکتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمام لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دیتے، روئے زمین پر کوئی کافر نہ رہتا یا یہ معنی کیا جائے کہ ہم چاہتے تو سارے لوگ متقی پرہیزگار بن جاتے مگر ایسا نہ کیا۔

”وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شَرْعَةً“ اس آئیہ کریمہ میں اس سوال کا جواب ہے کہ اگر کوئی کہے جب تمام دین کتابیں، ضابطے، اصول اللہ کی طرف سے ہی ہیں تو پھر الگ الگ کیوں؟ تو جواب ہے کہ تاکہ تمہاری آزمائش ہو کہ کون لوگ ہیں جو عبادت کی حقیقت سے واقف ہو کر ہمیشہ اس پر تیار رہتے ہیں کہ جو نیا حکم ملے اس پر عمل کریں، جو نئی کتاب شریعت نازل ہو اُسے مانا جائے۔ اختلاف شریعت میں ایک حکمت یہ بھی دکھائی دیتی ہے جس سے ہر زمانہ کے لوگوں کو صحیح عبادت کی حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ عبادت کسی خاص کام کا نام نہیں بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے مثلاً روزہ عبادت ہے مگر عید کے دن نہ رکھنا عبادت ہے بلکہ عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے، نماز عبادت ہے مگر عرفات میں مغرب کی نماز نہ پڑھنا عبادت ہے، پڑھنا گناہ ہے، ایسے ہی دوسری عبادات میں جب کرنے کا حکم ہے تو وہ عبادات ہیں اُن سے روک دیا جائے تو نہ کرنا ہی عبادت ہے اور کرنا گناہ ہے۔

اس آیت کے تحت الگ الگ نظام ضابطہ کی حکمتوں پر مبنی ہے کہ لوگ حق کی طرف دوڑیں، اصلاح کریں اور نیکی، بدی میں فرق سمجھیں، آخر کار تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ تمہیں بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی پیروی نہ کریں اور ان سے بچتے رہیں کہیں آپ کو بعض احکام سے ہٹانہ دیں، جو اللہ نے آپ کی طرف اتارے ہیں پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے انہیں سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ فاسق ہیں (۴۹) کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں اور یقین رکھنے والوں کیلئے اللہ سے بہتر اور کس کا حکم ہو سکتا ہے (۵۰)

وَإِنْ أَحْكَمَ بَيْنَهُمْ يَمَّا أَتَى اللَّهَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّنَا بَرِيدُ اللَّهِ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۖ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يَفْقَهُونَ ۚ

صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

تفسیر

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں مختلف شریعتوں کے نزول کا ذکر تھا ”لکل جعلنا منکم شرعة“ ہم نے تم سب کیلئے ایک شریعت اور راستہ رکھا، جس سے واضح ہے ہر قوم کیلئے ایک ضابطہ تھا اور نبی اسی ضابطہ کے مطابق قوم کی اصلاح کرتا تھا۔ اب اس آیت پاک میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ساری شریعتیں اب قابل عمل نہیں

آپ کی شریعت کا حکم سب پر حاوی ہوگا۔ شریعت اسلامیہ نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس آیہ کے اترنے کا سبب یہ بنا۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں یہود کے کچھ سرکردہ لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم یہود کے سرکردہ علماء ہیں اگر ہم آپ پر ایمان لے آئے تو ہمیں دیکھ کر ساری قوم مسلمان ہو جائے گی اور اسلام کو عزت ملے گی ہمارا ایک جھگڑا ہے، آپ فیصلہ فرمادیں، ہم آپ کو حکم بناتے ہیں، آپ یہ فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں۔ حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، ان آنے والوں میں کعب بن اسد، ابن صوریہ اور ابن صلونا پیش پیش تھے۔

حضور ﷺ کے انکار فرمانے سے ان کا سارے کا سارا منصوبہ جو دھوکہ دہی پر مبنی تھا برباد ہو گیا، ان گمراہوں نے حضور کو ایک عام آدمی سمجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی، مگر حضور ﷺ نے اپنے خدا داد علم سے ساری صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا کہ محض دھوکہ دہی ہے اور ان کے حق میں فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تو یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں کہ آپ ان کے درمیان وہی فیصلہ فرمائیں جس طرح اللہ نے حکم نازل فرمایا ہے ان کے نظریات اور خواہشات سے ہوشیار رہیں کہ انہیں آپ کو قرآن پاک سے دور نہ کر دیں اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ جان لیں اللہ نے ارادہ فرمایا ہے کہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ یہود کے گناہوں کی سزا انہیں اس طرح ملی کہ وہ سرزمین مدینہ منورہ سے جلا وطن کئے گئے، جزیرہ دینے کیلئے انہیں پابند کر دیا گیا، کئی لوگ ان سے قتل کر دیئے گئے۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ وہ زمانہ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں جن میں وحی الہی کو دخل نہیں بلکہ وہ فیصلے محض انسانوں کی ناقص عقلوں کے مطابق ہوتے ہیں، تو رات، انجیل کے فیصلوں سے بہت دوری ہوتی تھی، امیر غریب کیلئے جرموں کی سزائیں الگ الگ ہوتی تھیں، اللہ کا حکم عین عدل و انصاف اور حق پر مبنی ہے اور یہی نظام بہتر ہے۔ اللہ پر یقین رکھنے والی قوم کے نزدیک اللہ سے بہتر نظام کس کا ہو سکتا ہے؟ اسلام سے ہٹ کر سارے راستے جاہلیت کے راستے ہیں، اسلام کا نظام وحی الہی ہے جو سرا سر علم ہے، یقین ہے،

حق ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ کو جاہلیت کا دور اسلئے کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں محض وہم، قیاس و گمان پر انسانوں کیلئے ضابطے مرتب کر لئے گئے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ،
 وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور
 تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں
 میں سے ہے بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں
 دیتا (۵۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
 أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ
 يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝٥١
 صَدَقَ
 الْعَقْدُ

تفسیر

ایمانداروں کو فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے خیالات کو اپنے دلوں کو یہود و نصاریٰ کی محبت سے پاک رکھیں اگر تم نے اُن سے محبت کی تو تم بھی برباد ہو جاؤ گے۔ اس آیت کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک موقع پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ یہود کی ایک بڑی جماعت سے میری دوستی تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اُن سب کو چھوڑ دیا ہے، میں نے آپ کی محبت پر ان سب کی محبتوں کو قربان کر دیا ہے۔ اُسی محفل میں اتفاق سے عبد اللہ ابن ابی بھی موجود تھا اُس نے کہا میں نے یہود سے اپنے تعلقات نہیں توڑے، زندگی گزارنے کیلئے تعلقات نہیں توڑنے چاہئیں، عبد اللہ کی بات پر حضور ﷺ نے فرمایا عبد اللہ یہود سے محبت تو ہی رکھ سکتا ہے عبادہ نہیں رکھ سکتے۔ عبد اللہ نے کہا مجھے ان سے محبت منظور ہے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ (تفسیر خازن)

ایک دوسری روایت اس طرح ہے: تفسیر ابن جریر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک موقع پر مدینہ طیبہ میں یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ

نہیں کریں گے، مگر یہ معاہدہ یہود نے توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین سے رابطہ کر لیا، ایک طرف تو مسلمانوں سے مل کر رہتے ہیں دوسری طرف مشرکین سے محبت بڑھائی تو یہ حکم نازل ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کی دوستی سے روک دیا گیا ہے اگرچہ یہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہیں، مگر تمہارے مقابلہ میں ایک دوسرے کے دوست ہو جاتے ہیں تمہیں تباہ کرنے پر دونوں ٹل جاتے ہیں اگر کوئی مسلمان ان سے محبت رکھے گا تو وہ انہیں سے ہوگا، اس کا حشر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوگا، ایسا ظالم شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہ یہود و نصاریٰ سے محبت رکھتا ہے اللہ اُسے ہدایت نہیں دیتا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کسی عیسائی کو کاتب مقرر کر لیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری سے جواب طلبی فرمائی، ابو موسیٰ اشعری عرض کرتے ہیں میں نے تو اُسے لائق سمجھ کر رکھا ہے عیسائی ہونا اُس کا اپنا مسئلہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ مرگیا تو پھر بھی تو کسی اور کو رکھو گے، ابھی سے اُسے رکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں سے دور کیا ہے تم انہیں قریب کیوں کرتے ہو۔

مسلمان غیر مسلموں سے انصاف، رواداری، احسان، سلوک، ہمدردی سب کچھ کر سکتے ہیں اور ایسا کرنا چاہئے، اسلام ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے مگر ان سے گہری دلی دوستی کی اجازت نہیں کہ ایسا کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے مسلمانوں کی گہری دلی دوستی تو صرف ایمان لانے والوں سے ہی ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کو تمام کفار سے الگ تھلگ رہنے اور انہیں دوست نہ بنانے کا حکم ہے مگر آیت پاک میں صرف یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ کے اندر بھی دو گروہ آباد تھے، اسلامی ریاست میں یہود و نصاریٰ کو کسی ایسی مرکزی جگہ پر مقرر کرنا جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں جائز نہیں، اگرچہ اسلامی ریاست میں یہود و نصاریٰ خدمات انجام دیتے رہے مگر کلیدی آسامیوں سے الگ رکھا گیا۔

آیہ مبارکہ میں کفار کو راز دار بنانے اور ان پر اعتماد کرنے سے روکا گیا ہے کفار سے دلی تعلقات رکھنے والوں کو انہیں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے، آج بھی مسلمانوں کی ایک جماعت کفار و مشرکین سے سیاسی، ملکی، اقتصادی تعلقات کو بہتر بنانے اور انہیں مضبوط کرنے پر ڈٹی ہوئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے کہ ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے پس قریب ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے فتح کی کوئی نشانی تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپا دیا ہے وہ اس پر پچھتانے والے ہو جائیں (۵۲) اور ایمان والے یہ کہیں گے کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی پکی قسمیں اٹھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے سب عمل برباد ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔ (۵۳)

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا آيَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ ذَلِيلِينَ ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْيَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خٰسِرِينَ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ایک حالت کا ذکر فرمایا ہے وہ کہتے ہیں، کہیں حضور ﷺ کا ساتھ دینے کی وجہ سے وہ قحط میں مبتلا نہ ہو جائیں اگر یہ صورت ہو گئی کہ یہود غالب آجائیں تو پھر ہم کہیں کے نہیں

رہیں گے، ان کے اس قول پر ارشاد فرمایا گیا، اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فتح عطا فرمادے اور مسلمانوں کو کامیاب کر دے یا رسول اللہ ﷺ کو منافقوں کی سازشوں سے مطلع کر دے تو وہ لوگ اپنے کردار پر شرمسار ہو جائیں۔ آیہ مبارکہ کے اس حصہ کی تشریح اس طرح ہے کہ بنو قریظہ کے جوانوں کو قتل کیا گیا، بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور فتح کی علامت یہ کہ ان پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ یہ معنی بھی ہے کہ منافقوں کی سازشوں پر مطلع کیا گیا، ایک معنی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی حالت اچھی ہوئی کاشنکاری میں کامیابی ہوئی اور جب منافقین نے مسلمانوں کی یہ خوشحالی دیکھی تو وہ کفار سے دوستی رکھنے پر شرمسار ہوئے اس وقت ایمان والے کہیں گے یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھا کر یہ کہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اُن کے تمام اعمال ضائع ہو گئے اور خسارے والوں میں ہو گئے، جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود پر فتح دی تو مسلمانوں نے حیران ہو کر یہودیوں سے منافقین کے بارہ میں یہ کہا یہی لوگ قسمیں اٹھا کر وفاداری کا دم بھرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا اور نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا کہ عبد اللہ بن ابی منافق اور اس کی جماعت کے دوسرے ساتھی خفیہ طور پر یہود سے تعلقات رکھتے تھے، جب مسلمان ان کی اس سازش پر مطلع ہوتے اور پوچھتے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے ہمارے ان سے مراسم دیر کے ہیں اور یہ لوگ ہماری مدد کرتے ہیں مسلمانوں کا پتہ نہیں انہیں فروغ ہو یا نہ ہو یہ تو ایک وقتی چیز ہے کچھ دنوں بعد اسلام ختم ہو جائے گا تو ہم ایک عارضی وجہ سے پرانے تعلقات خراب کیوں کریں مسلمانوں کو اسلام کے قائم رہنے اور اسلامی فتوحات کی خوشخبری دی گئی ہے اور بتایا گیا کہ اسلامی فتوحات کو دیکھ کر یہ پچھتائیں گے کہ یہود کا ساتھ دینا غلط تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَاحِيَةً ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ﷺ
الْعَظِيمِ

اے ایمان والو تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ (قوم) اللہ سے محبت کرے گی وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔ (۵۴)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ پاک میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی پیدا نہ کریں کہ ان کا یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا ان کی گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں مرتد ہو جانے پر اظہار غضب ہے مسلمانوں کو جو کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے یہ انکے اپنے بھلے میں ہے اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے کہ وہ کفار سے دوستی نہ رکھیں ورنہ اسلام تو وہ برحق دین ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے قدوس نے لیا ہے اگر بالفرض مسلمانوں کی کوئی جماعت اسلام چھوڑ دے اور خدا پناہ مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو میدان عمل میں لے آئے گا، جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے فرائض انجام دے گی، اس پاکباز جماعت کے کچھ اوصاف بیان فرمائے گئے۔

پہلی صفت: یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔

دوسری صفت: یہ فرمائی کہ وہ بھی خدا سے محبت کرتے ہیں

تیسری صفت: یہ فرمائی کہ یہ لوگ مسلمانوں کیلئے نرم ہوں گے اگر کبھی کوئی کسی معاملہ میں اختلاف بھی ہو جائے تو آسانی سے اصلاح میں کامیابی حاصل کر لیں گے وہ جھگڑا چھوڑ دیں گے اگرچہ وہ اپنے معاملہ میں حق بجانب بھی ہوں، حق بجانب ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑنے والے کیلئے حضور ﷺ کا ارشاد ملتا ہے آپ فرماتے ہیں ”انا زعيم بيت في رياض الجنة لمن ترك المراء وهو الحق او كما قال ﷺ“ میں اس شخص کو جنت کے وسط میں گھر دلانے کی ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔

چوتھی صفت: اس گروہ کی چوتھی صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ کافروں پر سخت ہیں، اسی عنوان کو قرآن مقدس نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ”اشداء على الكفار“ کہ وہ کفار پر سخت گیر ہیں پانچویں صفت: اس طبقہ کی پانچویں صفت اس طرح فرمائی، جہاد فی سبیل اللہ میں سرگرم عمل ہیں، جہاں اللہ کی راہ میں لڑنے کا مسئلہ آجائے تو بغیر کسی چون و چرا کے ٹکرا جاتے ہیں۔

چھٹی صفت: اس طبقہ کی چھٹی صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے دینی خدمات اور اسلامی جذبات میں بڑھتے رہتے ہیں۔

آیہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ان لوگوں میں ایسی حسین صفات کا ہونا یہ محض اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے، وہ وسعت والا ہے، بڑے علم والا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں آنے والے فتنوں کی خبر بھی ہے اور اُن فتنوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والی جماعت کی عظمت کا ذکر بھی ہے، اسلام سے مرتد ہونے والے کئی فرقے تھے۔ بنو ملج: جن کا رئیس اسود عنسی تھا۔ بنو حنفیہ یہ مسیلہ کی قوم تھی، اسی مسیلہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اور یہ مسیلہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا حضرت وحشی فرمایا کرتے تھے، میں نے اپنے دور جاہلیت میں ایک عظیم نیک شخص حضرت حمزہ کو قتل کیا اور اسلام کے زمانہ میں بدترین شخص مسیلہ کو قتل

کیا، ایک اور گروہ مرتد ہوا یہ فرقہ بنو اسد تھا یہ ابن خویلد کی قوم تھی۔ خزarah، غطفان، بنو سلیم، بنو تمیم، سجاج بنت منذر کی قوم یہ سجاج وہ عورت ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر مسیلمہ کذاب سے نکاح کر لیا۔ کندہ یہ اشعث بن قیس کی قوم تھی جو مرتد ہوئی، حضور ﷺ کے وصال کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر لشکر کشی کی جب انہیں پتہ چلا کہ لشکر اسلام آ گیا ہے، تو ارتداد سے توبہ کر لی حضرت ابو حصن فرماتے ہیں صدیق اکبر وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جنہوں نے نہایت مشکل مرحلہ میں اسلام کی حفاظت کی فرماتے ہیں جس قدر مشکلات ابوبکر پر آئیں اگر کسی پہاڑ پر آتیں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے حضور جھکنے والے ہیں (۵۵) اور وہ جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔ (۵۶)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۖ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ سے تعلقات جوڑنے اور دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کی دوستی تمہارے لئے نقصان دہ ہے، گمراہی کا سبب ہے، اس آیہ پاک میں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ دوستی جو تمہیں مفید ہو سکتی ہے، اللہ کی دوستی ہے اور اس کے رسول اللہ کی ہے اور ان ایمانداروں کی ہے جو نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، رکوع کرتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمانداروں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کی جماعت غالب ہے۔ اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے

مسلمانوں کے اس گروہ کو فرمایا ہے جو یہود سے بیزار ہو گئے اور ان کی دوستی کا نقصان دہ ہونا سمجھ گئے، اور یہ کام صرف اللہ کی رضا کیلئے کیا اور وہ طبقہ جس نے محض دنیا گزارنے کیلئے یہود کی دوستی کو اچھا جانا، ان دونوں گروہوں کو واضح کیا ہے کہ جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور ایمانداروں سے دوستی کی یہ اللہ کی جماعت ہے اور اسے ہی آخر کار غلبہ ہوگا۔

اس آیت مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا: ایک موقع پر حضرت عبداللہ ابن سلام جو یہود میں سے حضور ﷺ پر ایمان لائے تھے، بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ ہمارے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے یہود کے دونوں گروہوں بنی قریظہ، اور بنی نضیر نے مکمل طور پر ہم سے علیحدگی کر لی ہے اور قسمیں اٹھائی ہیں کہ وہ ہم سے کسی قسم کا لین دین اور تعلقات نہیں رکھیں گے، اس پر یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ اب تمہارے دوست اللہ اور اس کے رسول اور سارے ایماندار ہیں، پریشان نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے یہ آیت پاک سن کر فرمایا، ہم اللہ کے رب ہونے اور حضور ﷺ کے نبی ہونے اور مسلمانوں کے دوست ہونے پر راضی ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود کے متعلق یہ شکایت کی تھی کہ یا رسول اللہ یہود نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اب ہم کیا کریں۔

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کیلئے فائدہ مند دوستی اور نجات کا سبب اللہ کی دوستی ہے، رسول اللہ ﷺ کا پیار ہے اور ایمانداروں کا پیار ہے۔ اس آیت پاک میں ایمانداروں کی صفات کا ذکر فرمایا کہ کامل مخلص، ایماندار وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، راکعون کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ ایسی نماز پڑھتے ہیں جس میں رکوع ہے، نماز تو یہود و نصاریٰ بھی پڑھتے ہیں مگر اس میں رکوع نہیں، اسلامی طرز نماز کا ذکر ہے۔

اکثر مفسرین فرماتے ہیں یہاں پر رکوع سے اصطلاحی رکوع نہیں جو نماز میں ہے بلکہ لغوی معنی مراد

ہے کہ وہ لوگ اپنی عبادت پر تکبر و فخر نہیں کرتے بلکہ عجز و انکساری ان کی عادت ہے نیاز مندی سے زندگی گزارتے ہیں، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ جملہ سیدنا علی المرتضیٰ کے حق میں نازل ہوا۔ آپ نماز کے رکوع میں تھے کسی فقیر نے سوال کیا آپ نے جھٹ اسی حالت میں انگوٹھی دے کر اس فقیر کی حاجت روائی میں دیر نہ کی۔ یہ نیکی میں جلدی کرنا ہے اس جملہ ”راکعون“ سے حضرت علی المرتضیٰ کی یہ مسابقت اللہ کو پسند آئی اور ذکر فرما دیا۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں ولی کا معنی امام ہے، اور خلیفہ ہے یہ استدلال بہت کمزور ہے کہ یہاں پر ولی کا معنی خلیفہ نہیں کہ پچھلی آیہ پاک میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ولی نہ بناؤ، کوئی بھی ایماندار انہیں خلیفہ نہیں سمجھتا تھا، یہاں پر ولی کا معنی ناصرو مددگار ہے، امام و خلیفہ مراد لینا آیت کے مفہوم کو بگاڑنا ہے جو قطعاً صحیح نہیں اگر یہاں پر ولی کا معنی خلیفہ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ خلیفہ صرف حضرت علی ہی ہوں گے نہ حضرت حسن، نہ حضرت حسین اور نہ ہی بارہ امام کا تصور صحیح ہوگا جسے یہ لوگ مانتے ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں مسلمانوں کو خوشخبری سنادی گئی ہے کہ آخر کار کامیاب جماعت یہی ایمانداروں کی جماعت ہے سب پر اسی کا غلبہ ہوگا دنیا نے دیکھا خلافت راشدہ کے دور میں جتنی بھی بغاوتیں ابھریں فتنوں نے سراٹھائے، بری طرح مار کھا گئے۔ صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ادوار مقدسہ واضح دلیل ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا
دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارُ أَوْلِيَاءُ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى
الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

الحفظ
اللہ

اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی
اور کھیل بنا لیا وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے
اور کافروں میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور
اللہ سے ڈرتے رہو، اگر ایمان رکھتے ہو (۵۷)
اور جب تم نماز کیلئے اذان دو تو وہ اُسے ہنسی کھیل
بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ محض بے عقل لوگ
ہیں۔ (۵۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ ان کی دوستی خدا سے ہے، رسول اللہ سے ہے اور ایمانداروں سے
ہے، اس آیہ پاک میں کفار کی دوستی سے منع فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل
بنا رکھا ہے، آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین اور اہل کتاب کا ذکر ہے، قرآن مقدس یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا
لفظ فرماتا ہے اور بت پرستوں پر کفار اور مشرکین کا، جب مومنین سجدہ کرتے تھے تو کفار مذاق اڑاتے تھے،
ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے، اگر تم ایماندار ہو تو خدا سے ڈرو اور ایسے لوگوں کو دوست نہ بناؤ۔

آیہ کریمہ کے دوسرے حصہ میں اُن کفار و مشرکین کی دوسری قبیح حرکت کا ذکر کیا گیا ہے جب نماز
کیلئے اذان کہی جاتی ہے تو وہ اس پر بھی طعن، اعتراض کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں، کفار نے اذان کے
متعلق حضور ﷺ سے کہا، اذان ایک نیا کام ہے جو اس سے پہلے کسی امت میں نہ تھا، آپ نے نبوت کا دعویٰ
کر کے پہلے انبیاء کی مخالفت کی ہے، آپ نے تو قافلے والوں کی طرح چلانے کو اپنا دینی شعار بنا لیا ہے کس
قدر بُری آواز ہے (معاذ اللہ) تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

مدینہ منورہ میں ایک عیسائی تھا وہ جب اذان میں کلمات سنتا ”اشہدان محمد رسول اللہ“ تو کہتا ”احرق

اللہ الکاذب“ اللہ جھوٹے کو جلا دے۔ تفسیر مظہری میں ہے ایک رات یہ سو رہا تھا کہ اس کا نوکر کسی ضرورت کیلئے آگ لے کر گھر آیا اور چنگاری اڑ کر کسی کپڑے پر گری اور سب کے سو جانے کے بعد یہ چنگاری بھڑک اٹھی اور وہ سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے اُسے جلا کر بتا دیا کہ جھوٹا وہی تھا جو جل گیا۔

اذان نماز کیلئے ایک اہم نشان ہے، حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو نماز کیلئے اکٹھا ہونے کے طریق کار پر تبصرہ ہوا، کسی نے کہا نماز کے وقت جھنڈا گاڑ دیا جائے، لوگ دیکھ کر نماز کیلئے آجایا کریں گے، حضور ﷺ کو یہ مشورہ پسند نہ آیا، پھر عرض کی گئی بگل بجا دیا جایا کرے، یہ رائے بھی پسند نہ آئی کہ یہود کا طریقہ ہے پھر عرض کی گئی ناقوس، گھڑیاں بجا دیا جایا کرے یہ بات بھی پسند نہ آئی اور فرمایا یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زید کو خواب میں اذان دکھائی گئی، آپ نے صبح یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنائی، عرض کی حضور میرے پاس ایک آنے والا آیا اُس نے یہ اذان دکھائی، اس سے پہلے حضرت عمر فاروق نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا مگر اُسے مخفی رکھا پھر حضور کو خبر دی، حضور ﷺ نے فرمایا تجھے کس چیز نے روکا تھا کہ مجھے بتاتا، عرض کی حضور عبداللہ ابن زید سبقت لے گئے اور مجھے حیا آئی، حضور ﷺ نے فرمایا بلال اٹھو اور عبداللہ بن زید جو کلمات تمہیں بتاتے جائیں کہتے جاؤ، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابُ هَلْ تَنْقُبُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ
أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ
وَأَنْ أَكْثَرُكُمْ فَسِقُونَ ۝ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ
بِشَيْءٍ قَرِيبٍ ذَلِكَ مَثُوبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ
اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ
وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتِ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا
وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

اللہ
اصطفیٰ
العظیم

(اے محبوب) آپ کہہ دیجئے، اے اہل کتاب تمہیں صرف یہ بات ناگوار گذری ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل ہوا اور اُس پر جو پہلے نازل ہوا اور بے شک تم میں اکثر لوگ فاسق ہیں (۵۹) آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا ٹھکانہ بدترین ہے اور یہ لوگ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (۶۰)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ یہود و نصاریٰ نے دین کو مذاق بنا لیا ہے اس آیہ پاک میں اس کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ انہوں نے دین کو عزت و احترام سے قبول کیوں نہیں کیا، اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ ہوا، حضور ﷺ کے پاس یہود کی ایک جماعت آئی، اس جماعت میں ابو یاسر ابن اخطب، نافع بن ابی نافع، عازر بن ابی عازر شامل تھے انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا آپ رسولوں میں سے کس کس پر ایمان لائے ہیں، آپ نے فرمایا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام پر نازل کیا گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیا گیا ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کیلئے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، جب آپ

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس شخص پر جو اُن پر ایمان لایا ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر یہود نے کہا، بخدا آپ کے دین سے زیادہ بُرا دین کوئی اور نہیں ہے، انہیں بتایا گیا کہ بُرے اور شریر لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار سے دور کر دیا اور ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے اُن کے چہرے مسخ کر دیئے، بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔ تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی (تفسیر خازن)

یہود کو عیسیٰ علیہ السلام سے نفرت تھی آپ کی نبوت کے قائل نہ تھے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں بھی یہود نے کیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی حفاظت میں آسمانوں پر اُٹھالیا۔

اس سے اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا محبوب آپ کہہ دیں کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب فرمایا اُن میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ ہفتہ کے دن جن یہودیوں نے نافرمانی کی تھی اُن میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا ٹھکانا بدترین ہے، یہ بندر اور خنزیران کی نسل سے نہیں یہ پہلے بھی تھے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو مسخ کر کے اس کی نسل نہیں چلائی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَإِذَا جَاءَ زَوْكُمُ قَالَوَا أَمَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ
وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَأَكْلِهِمُ الشَّعْتِ لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
يَهْتُمُّهُمْ الزَّبَانِيُونَ وَالْأَخْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمُ
وَأَكْلِهِمُ الشَّعْتِ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

الحفظ
للہ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں
ہم ایمان لائے حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے
ساتھ داخل ہوتے تھے اور کفر ہی کے ساتھ
خارج ہوئے اور اللہ خوب جانتا ہے جسے وہ
چھپاتے تھے (۶۱) آپ اُن میں سے زیادہ تر
لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام
خوری میں تیزی سے بڑھتے ہیں یہ بہت بُری
حرکتیں کر رہے ہیں (۶۲) کیوں نہیں روکتے
انہیں اُن کے راہب، پادری، راہنما گناہ کی
بات سے اور حرام کھانے سے جو کچھ وہ کر رہے
ہیں بہت بُرے کام ہیں۔ (۶۳)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ پاک میں یہود کے باطنی خبث کا ذکر تھا کہ مسلمانوں سے ان کے ایمان عمل اخلاص کی وجہ
سے نفرت کرتے ہیں، اس آیہ پاک میں یہود کے دھوکے، فریب اور مکر کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ ظاہری طور پر
وہ مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں مگر اندر سے دشمن ہیں۔ اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک
مرتبہ چند یہودی دربار رسالت میں آئے اور کہا کہ ہم آپ کے دین سے بالکل راضی ہیں، اسلام کا نظام
بہت اچھا ہے، ہمیں آپ پر ایمان لانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں، اُن کی یہ ساری باتیں محض فریب تھیں،
ساری باتیں انہوں نے نفاق سے کہیں اگر اخلاص ہوتا تو بہت بڑا درجہ مل جاتا، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے
محبوب یہ لوگ تیرے پاس دھوکہ دہی کیلئے آئے ہیں، یہ آتے وقت بھی کافر ہی تھے اور آپ سے جاتے

وقت بھی کافر ہی تھے۔ ان لوگوں کے دعویٰ ایمان کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ وہ برائی، ظلم اور حرام خوری میں کس قدر جلدی کرتے ہیں اگر ان میں ایمان ہوتا تو ان کے یہ بُرے اعمال کیسے رہتے، ان کی اصلاح ہو جاتی ان کے علماء، راہنما بھی انہیں نہیں روکتے، ان کی خاموشی کی وجہ سے یہ آئے دن برائیوں میں بڑھ رہے ہیں، اس حکم میں دینی طور پر ذمہ داروں کی بھی گرفت ہو رہی ہے، دینی، مذہبی ذمہ داروں کو چاہئے وہ اپنی قوم کو برائی سے روکیں، گناہ دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا بھی گناہ ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں علماء، مشائخ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے پر کمر بستہ ہوں، علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک فرشتے کو حکم دیا گیا کہ فلاں بستی کو برباد کر دو، اس نے عرض کی اس میں تو فلاں صوفی اللہ والا رہتا ہے حکم ہوا اسی سے ابتدا کرو کہ اس کے سامنے شریعت کے خلاف کام ہوتے تھے اور اُسے کبھی روکنے کا احساس تک نہ ہوا۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اُسے چاہیے کہ ہاتھ سے روکے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبانی طور پر تو برا کہے اگر اس قدر اپنی ہمت نہیں تو کم از کم دل سے تو برا جانے، یہود کے مذہبی راہنما انہیں برائی سے نہ روک کر خود بھی برائی میں شامل ہوتے ہیں، اس آئیہ مبارکہ میں یہود کی اخلاقی تباہ حالی کا واضح طور پر ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یہود کی بد عملی کا ذکر اس طرح فرمایا جا رہا ہے کہ وہ گناہوں میں دوڑ دوڑ کر دلچسپی لیتے ہیں کہ ان کے اندر بری عادات ایسا گھر کر چکی تھیں کہ ان کو ظاہر کرنے کیلئے ارشاد فرمایا گیا ”یسارعون فی الاثم“ گناہوں کے ارتکاب میں جلدی کرتے ہیں۔

”لبئس ما کانوا یعملون“ میں عام یہود کی بد کرداریوں کا ذکر ہے کہ وہ بہت برا کرتے ہیں اس سے آگے ”لبئس ما کانوا یصنعون“ اس میں مذہبی راہنماؤں کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی خاموشی برائی سے نہ روکنا، یہ بہت بُرا عمل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ
وُلُعُوا فِي مَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ يَنْفِقُ
كَيْفَ يَشَاءُ وَلَئِنْ زِدْنَا كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أَنْزَلْ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَالْقَبِيلَةُ
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ
وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُفْسِدِينَ ۝

اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں
خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ان کے اس
قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ اس کے
دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے
خرچ کرتا ہے اور آپ پر جو کلام آپ کے رب
کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ ان میں زیادہ تر
لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دے گا اور ہم
نے ان کے درمیان قیامت تک کیلئے عداوت
اور بغض کو ڈال دیا ہے وہ جب بھی لڑائی کی آگ
بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے وہ زمین میں
فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ فساد
پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا (۶۴)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں یہود کی رسول دشمنی کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں ان کی خدا دشمنی کا ذکر ہے کہ یہود صرف
رسول ﷺ کے ہی گستاخ نہیں تھے بلکہ رب قدوس جل مجدہ کے ساتھ بھی ان کا گستاخانہ انداز تھا ایسے کلمات
کہتے جو واضح طور پر کفریہ کلمات تھے، اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا۔ قیقاع کے یہود میں ایک
شخص فحس ابن عازور بہت مالدار شخص تھا۔ حضور ﷺ کی عداوت میں بہت پیش پیش رہتا تھا، اللہ تعالیٰ کی
گرفت میں آگیا اور فقیر ہو گیا، تنگدستی نے اسے گھیرے میں لے لیا، ایک دن یہود کی محفل میں بیٹھا کہنے لگا
، اللہ تعالیٰ بخیل ہو گیا ہے اس کے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ یہود کے یہ کہنے کا سبب یہی بنا کہ مسلمان تنگدستی میں

پریشان ہیں ورنہ ان کی زندگی خوشحال ہوتی، فقر و فاقہ نہ ہوتا، تب یہ آئیہ پاک اُتری۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس آئیہ کا شان نزول اس طرح ذکر ہے جب یہ آئیہ پاک اُتری ”من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا“ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تو یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھ گئے ہیں وہ لوگوں سے قرض مانگتا ہے۔

حضور ﷺ کو حوصلہ دیا گیا ہے کہ اے محبوب کریم! (ﷺ) آپ یہود کی گستاخیوں پر پریشان نہ ہوں وہ تو خدائے قدوس کے بارہ میں بھی گستاخیوں سے باز نہیں آتے اور خدا کو بخیل کنجوس، ہاتھ بندھا کہتے ہیں (معاذ اللہ) یہ لوگ اپنی انہیں گستاخیوں کے باعث دنیا اور آخرت دونوں میں لعنتی ہو گئے اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں وہ جسے چاہے جتنا چاہے دے دے، اس کے خزانے بھرے ہیں کسی کو فقیر کر دے کسی کو غنی بنا دے، وہ غنی مطلق ہے، دنیا نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو کیسے نوازا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے پاؤں تلے ہیں۔

آپ ان کی گستاخیوں پر پریشان نہ ہوں ان میں بہتوں کا حال تو یہ ہے کہ آپ کی کتاب آپ کے معجزات، آپ کے ارشادات، آپ کے کمالات سے ان کے کفر و سرکشی میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے ان کا کفر بڑھتا ہے ہم نے ان کی سرکشی کے باعث انہیں دنیا میں اس طرح عذاب میں مبتلا کیا کہ یہ کئی فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اور جب کبھی بھی یہ لوگ آپ کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ بجھا دیتا ہے وہ کوشش کرتے ہیں کہ زمین میں فساد پھیلائیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ سَاهُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا
أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ
وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ
وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝

اللہ
الْعَظِيمُ

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو
ہم اُن سے اُن کی برائیاں مٹا دیتے اور انہیں ضرور
نعمت کے باغوں میں داخل کرتے (۶۵) اور اگر وہ
تورات وانجیل کو اور جو کچھ ان پر ان کے رب کی
طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے قائم کرتے تو ان
کے اوپر سے بھی رزق برستا اور زمین سے بھی اُبلتا
ان میں کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں اور زیادہ وہ لوگ
ہیں جو مُرے کام کر رہے ہیں (۶۶)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ کریمہ میں یہودی سرکشی نااہلی اور گستاخی کا ذکر تھا کہ وہ خدا کے بارہ میں کہتے ہیں وہ بخیل ہو
گیا، اس کے ہاتھ بندھ گئے، یہ ساری باتیں انہیں جہنمی بنانے والی ہیں اب انہیں اپنے کرم کی طرف توجہ
دلائی جا رہی ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور توبہ کر لیتے، پرہیزگار بن جاتے۔ خدا کے بارہ میں غلط
نظریات نہ رکھتے تو وہ دیکھتے کہ ہم اُن پر کس قدر کرم کرتے ہیں اُن کے گناہ مٹا دیئے جاتے اور انہیں نعمت
کے باغوں میں داخل کرتے اگر اب بھی یہ لوگ تورات، انجیل کی ہدایت کے مطابق ایمان لے آئیں تو ہم
ان کی روزی میں بہت برکت دے دیں گے وہ اوپر کی طرف سے یعنی پھل دار درختوں سے فائدہ اٹھائیں
گے اور نیچے کی طرف سے یعنی کھیتی باڑی سے فائدہ اٹھائیں گے ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو میانہ روی
اختیار کرتے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اُن کے ساتھی، مگر ان یہود و
نصاری میں اکثر لوگوں کے اعمال بہت ہی برے ہیں۔

یہ یہود اعتراض کرنے کی بجائے اگر ایمان لے آتے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کر لیتے تو ہم ان

کے گناہ مٹا دیتے، رحمتوں سے نوازتے، روزی میں برکت ہوتی۔ اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”اگر وہ ایمان لے آتے تو“ ففتحنا علیہم برکات من السماء والارض “ ہم اُن پر زمین و آسمان سے برکتیں نازل فرماتے رحمتوں کے دروازے کھول دیتے، اللہ سے ڈرنے والوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کیلئے ایسے ذرائع سے رزق عطا کرتا ہے اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔

آیہ کریمہ کے آغاز میں ایمان کے بعد تقویٰ کا ذکر کرنا بتاتا ہے، ایمان پہلے ہے تقویٰ بعد میں تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کا مرکزی نکتہ، پہلے ایمان ہے۔ اسی آیہ پاک سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ روزی میں بھی اضافہ فرماتا ہے، ”منہم امة مقتصدہ“ کے ان یہود میں کچھ لوگ بہتر بھی ہیں، میانہ روی اختیار کرتے ہیں، ان اچھے لوگوں کی وجہ سے بروں کا بھی بھلا ہو جاتا ہے اور کبھی بروں کی وجہ سے اچھے بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے رسول (ﷺ) جو آپ پر آپ کے رب کی
 طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اگر
 بالفرض آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے
 رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے
 شر سے محفوظ رکھے گا بے شک اللہ کافروں کی قوم
 کو ہدایت نہیں دیتا (۶۷)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
 وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ
 مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

ﷺ
 الصديق
 العظيم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہود کے آگ بھڑکانے کا ذکر تھا کہ وہ حضور کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکاتے رہیں

گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے محبوب کو بچاتا رہے گا، اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا جا رہا ہے کہ محبوب آپ بے خوف و خطر ہو کر دین کا کام کرتے رہیں، ان کے شر سے تجھے تیرا رب محفوظ رکھے گا۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ اسلام کی تیز رفتاری حضور ﷺ کی آئے دن بڑھتی عظمت کو دیکھ کر یہود پریشان ہو گئے اور حضور ﷺ کو کہلا بھیجا کہ آپ اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے رُک جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا، آپ دین اسلام کی نشر و اشاعت سے باز رہیں تو ہم آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ بن جائیں گے، آپ پر مال قربان کریں گے، اس خبر کے مشہور ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے محبوب پاک کی حفاظت کا نظام سخت کر دیا، سفر حضر میں باقاعدہ نگرانی رکھتے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ آیہ کریمہ اُتری۔ ”اے محبوب آپ بے خوف ہو جائیں اللہ آپ کا محافظ ہے، وہ آپ کو دشمنوں کے شر سے بچائے گا ورنہ آپ کو قتل کر سکیں گے نہ دین کیلئے رکاوٹ بن سکیں گے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا تبلیغ کا کام نہ کیا۔ تو حضور ﷺ نے اپنے محافظین سے فرمایا آپ اب اپنے اپنے گھر جائیں میرے اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے، اس کے بعد آپ تنہا جہاں چاہتے دن رات اپنے کاموں میں مصروف رہتے، دشمن کی پرواہ نہ فرماتے۔

اس آیہ کریمہ میں دو باتیں واضح فرمائی گئی ہیں، ایک تو حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ دین کا کام کریں دوسری یہ خوشخبری سنادی گئی کہ وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے، چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے دشمن اپنے منصوبوں میں ناکام رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا تو مجھ پر ہیبت تھی کہ مخالفت زیادہ ہے جب یہ آیہ پاک اُتری کہ اللہ تیری حفاظت فرمائے گا مجھے سکون ہو گیا اور اطمینان ہوا۔

”فان لم تفعل فما بلغت رسالته“ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تو نے کوئی ایک حکم خداوندی بھی قوم کو نہ پہنچایا تو آپ اپنے فرض پیغمبری سے سبکدوش نہیں ہوں گے،

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے تمام عمر اس فریضہ کی ادائیگی میں صرف فرمائی۔ حجۃ الوداع کا خطبہ جو اسلام میں ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے آپ نے اس عظیم مجمع میں قوم سے سوال فرمایا ”الاہل بسلط“ کیا میں نے تمہیں دین پہنچا دیا؟ (اس سے مراد احکام شریعہ کا پہنچا دینا ہے وہ اسرار جو حضور کے ساتھ خاص ہیں وہ مراد نہیں) صحابہ نے اقرار کیا کہ پہنچا دیا پھر ارشاد فرمایا اس پر گواہ رہو پھر یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں حاضر ہیں وہ غائب لوگوں تک پہنچا دیں، چنانچہ صحابہ کرام نے حضور کے ان کلمات کو ایک زبردست امانت سمجھا اور یہ پیغام حق قوم تک پہنچایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 آپ کہئے کہ اہل کتاب تم دین کی کسی چیز پر نہیں
 ہو جب تک کہ توراتہ وانجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو
 جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا
 ہے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے کفر اور
 سرکشی کو وہ ضرور زیادہ کر دے گا جو آپ کے رب
 کی طرف سے آپ کی جانب نازل کیا گیا ہے
 سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس نہ کریں (۶۸)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى
 تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ
 مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيُزِيدَنَّ كُفْرَهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ
 مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى
 الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

اللہ
 اعظم

تفسیر

اس آیت کریمہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا کہ ایک بار رافع بن حرمہ مالک بن صفی، رافع بن حارثہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، اور کہا آپ کہتے ہیں کہ مسلمان ملت ابراہیمی پر ہیں اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ہمارے انبیاء پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور وہ سارے انبیاء حق پر ہیں آپ کی اس گفتگو سے تو واضح ہوتا ہے کہ ہم یہود ملت ابراہیمی پر ہیں اور آپ ہم سے ہیں پھر آپ ہماری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ یہود

کے اس اعتراض پر حضور ﷺ نے فرمایا مگر تم تو اپنے دین کے انکاری ہو گئے ہو تم نے خود اپنے لئے نیا دین بنا لیا ہے، جن چیزوں کے ظاہر کرنے کا تمہیں حکم تھا وہ تم نے چھپا دیں، حضور ﷺ نے فرمایا ہم تمہارے دین سے بیزار ہیں، یہود نے کہا ہم آپ کے دین سے بیزار ہیں، اس موقع پر یہ آئیہ کریمہ حضور کے حق میں اور ان کی تردید میں نازل ہوئی۔ حضور سے فرمایا گیا، اے محبوب یہود سے فرما دو تم کسی قابل ذکر دین پر ہو ہی نہیں، تمہارا دعویٰ کرنا کہ تم ایماندار ہو اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں جب تک تم توراۃ وانجیل کے بتائے راستہ پر نہ چلو۔ وہ راستہ حضور ﷺ کو ماننا ہے کہ توراۃ وانجیل نے حضور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے حضور سے ارشاد ہے، اے محبوب اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ پر واہ نہ کریں ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آپ کے کمالات، آپ کے معجزات انہیں ایمان بخشنے کی بجائے ان کی سرکشی کو زیادہ کر دیں گے اور ان کی شرارتیں بڑھتی رہیں گی۔ جوں جوں قرآن مقدس نازل ہوتا ہے اُن کا غیض و غضب بڑھتا جاتا ہے ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ ایسی کافر قوم پر غم ہرگز نہ کریں۔

اس آئیہ پاک میں یہود کو شریعت الہیہ کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اسلام کی پاسداری نہ کی تو تمہارے سارے اعمال برباد ہوں گے۔ اے یہود! تمہیں انبیاء کی اولاد ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔ توراۃ و انجیل پر عمل کرنے کا بھی دعویٰ ہے تمہیں میں بہت سے آدمی، درویش طبع بھی ہیں تم مجاہدات و ریاضات پر بھی یقین رکھتے ہو مگر یہ ساری چیزیں اس وقت کام آئیں گی، جب شریعت الہیہ کی پابندی کرو گے اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتر رہا ہے، اس پر ایمان لاؤ گے، اس آئیہ کی تفسیر جمہور مفسرین نے یہ بھی کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان لاؤ، اگر یہ نہ ہو تو تمہارا کوئی علمی، عملی، نسبی کمال کام نہیں آئے گا۔ اس آئیہ کریمہ میں مسلمانوں کو بھی ہدایت ہے کہ عبادات و ریاضات تب ہی مفید ہوں گے جب شریعت مطہرہ کی اتباع ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک وہ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور اس طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو بھی سچے دل سے اللہ پر قیامت پر ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی غم ہے۔ (۶۹)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ
وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

اللہ
صَدَقَ
الْحَقَّ

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں ارشاد تھا کہ اگر اہل کتاب توراۃ وانجیل قائم کریں تو ٹھیک، پس اب اس کی وضاحت ہے کہ توراۃ وانجیل قائم کرنے کا مفہوم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، آخرت کے دن کو مانیں، اللہ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کی تمام صفات کو مانیں، اس کے سارے رسولوں کو مانیں، حضور ﷺ کو ماننا سارے رسولوں کا اقرار کرنا ہے اگر انہوں نے ایسا کر لیا اور پھر حسب طاقت اسلام کے بنائے ہوئے نیک کام بھی کئے تو ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں ان کے گناہوں کو معاف کریں گے اور اپنا قرب بھی بخشیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں آخرت میں کسی قسم کا رنج ہوگا نہ ڈر ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیہ پاک میں چار قوموں کا ذکر ہے کہ اگر وہ ایمان لائیں اور عمل صالح کریں تو آخرت میں کامیابی کا وعدہ ہے، پہلا طبقہ جس سے وعدہ ہے وہ مسلمانوں کا ہے دوسرا طبقہ یہود کا، تیسرا طبقہ ”صابئون“ کا ہے، چوتھا طبقہ نصاریٰ کا ان چاروں میں مسلمان یہود و نصاریٰ تو عام پائے جاتے ہیں مگر ایک جسے صابی کہا جاتا ہے وہ عام نہیں۔ اس طبقہ کے سلسلہ میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ لوگ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور قبلہ کے خلاف نماز پڑھتے ہیں اور آسمانی کتاب زبور کی تلاوت کرتے ہیں آیہ کریمہ میں جس شئی کی ہدایت کی گئی ہے اس کے تین جزء ہیں۔ اللہ پر ایمان، آخرت کے دن پر ایمان اور عمل صالح۔ اس مقام پر رسول اللہ پر ایمان لانے کا ذکر نہیں فرمایا گیا اس سلسلہ میں کسی شبہ

کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ایمان بالرسالت کا ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہر مذہب اپنے اندر سچائی رکھتا ہے، حضور کا ماننا ضروری نہیں۔ (معاذ اللہ) تو یہ ایک شدید غلط فہمی ہے، گمراہی ہے، قرآن پاک کی سینکڑوں آیات نے حضور ﷺ پر ایمان لانے کو لازم قرار دیا ہے، ایمان دار ہونے کیلئے سارے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضور ﷺ اللہ کے سچے اور بڑے رسول ہیں، ان کے ماننے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننا خدا کا انکار ہے کہ کسی حکمران کو ماننا اور اس کے نمائندہ کو نہ ماننا، حکمران کا انکار ہے۔ ”من آمن باللہ“ کے لفظوں میں ایمان بالرسول داخل ہے اللہ کے ماننے کا صحیح معنی ہی یہی ہے کہ اس کے تمام رسولوں کو ماننا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی خواہشات کے خلاف تھا تو انہوں نے رسولوں کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا (۷۰) اور انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان کو اس کی سزا نہیں ملے گی سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر بھی ان سے بہت لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے (۷۱)

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا
إِلَيْهِمْ رُسُلًا كَلِّمَاءَ هُمْ رَسُولُكُمْ بِمَا لَا
تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾
وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُوا
ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ
مِنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

اللہ
العظیم

تفسیر

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو فرمایا ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ کی شرارتوں سے پریشان نہ ہوں ہم آپ کے محافظ ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں ان کی گستاخیوں کا ذکر ہے کہ یہ لوگ تو نافرمانیوں میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو بھی شہید کر چکے ہیں انہیں جھٹلا چکے ہیں رب قدوس جل مجدہ نے یہود کے ان خفیہ کاموں کو واضح فرمایا جو وہ لوگوں سے چھپا رہے تھے اور اپنی تقدیس بزرگی کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں رب کے پیارے ہیں، انہیں عذاب نہیں ہوگا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ ان کی گستاخیوں سے رنجیدہ نہ ہوں یہ بڑے پرانے مجرم ہیں ہم نے ان سے توراۃ میں موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ پختہ عہد لیا تھا کہ ایمان لائیں گے۔ انبیاء کو مانیں گے، پرہیزگاری اختیار کریں گے مگر انہوں نے اس پختہ عہد کو بھی بُری طرح پامال کیا جب کبھی بھی انبیاء علیہم السلام اُن کے پاس احکام لاتے، سناتے اگر وہ حکم ان کی خواہشات کے خلاف ہوتا تو بجائے اطاعت کرنے کے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے اور کسی جماعت کو قتل کر دیتے، ان کا یہ معمول کافی عرصہ رہا، ہم نے انہیں اپنی اصلاح کرنے کیلئے مہلت دی مگر یہ غافل ہو گئے اور سمجھ بیٹھے کہ انبیاء کا قتل کرنا کوئی بڑا واقعہ نہیں، اس پر انہیں عذاب نہیں ہوگا ان کے دل اندھے ہو گئے، بہرے ہو گئے، گناہوں پر دلیر ہو گئے، پھر ان پر سخت حکمران مسلط کیا، جس کی گرفت کے باعث انہوں نے توبہ کی اور ہم نے معافی دی پھر ان پر رحم دل، بادشاہ مقرر کیا گیا پھر بھی انہیں شرارتیں سوجھیں، پھر اندھے بہرے ہو گئے۔ انبیاء علیہم السلام کے قتل کرنے پر ٹٹل گئے ان کے ہاتھوں حضرت شعیب علیہ السلام قتل ہوئے، حضرت زکریا علیہ السلام شہید ہوئے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی۔

آخر میں ارشاد فرمایا کہ ہم ان کے اس گھناؤنے کردار سے بے خبر نہیں جو کچھ کر رہے ہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں، انہوں نے ہمیشہ بد عہدی کی، انبیاء علیہم السلام کے احترام کو پامال کیا، ان کی تکذیب کی

ان کا یہ گمان ہے کہ انہیں سزا نہیں ملے گی، عذاب سے بچ جائیں گے ایسا نہیں ہوگا، وہ لوگ اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیجا مگر پھر بھی ان کی اصلاح نہ ہو سکی، آپ کی مخالفت کر کے اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

اس آیہ مبارکہ میں یہودی عہد شکنی کا ذکر فرما کر ان کے ایمان اور عمل صالح کی حالت بیان کی گئی ہے عہد توڑنا ایک شدید بد عملی ہے جس کی قیامت کے دن جواب دہی ہوگی۔ عہد کی پابندی کرنا، صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے، ارشاد ہوتا ہے ”ان الله لا يخلف الميعاد“ آخرت پر ان کے ایمان کی کمزوری اس طرح فرمائی گئی ہے کہ وہ لوگ اپنی شدید بد کرداریوں جرائم، مظالم کے باوجود قیامت سے بے فکر ہیں وہ سمجھتے ہیں انہیں ان جرائم کی سزا ہوگی ہی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً
مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، حالانکہ مسیح نے کہا تھا
اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور
تمہارا رب ہے بے شک جس نے اللہ کے
ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی
ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی
مددگار نہیں (۷۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ
ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ
أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ
بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ
مَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس سے پہلی آیہ کریمہ میں یہودی بد اعمالیوں کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں عیسائیوں کی بد عقیدگی کا ذکر فرمایا گیا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو ان کا عقیدہ تھا کہ وہ ”إِلَٰه“ ہیں، اس کی تردید فرمائی گئی ہے اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے قول سے اُن کا رد فرمایا گیا ہے آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو، وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، شرک کرنے والے پر جنت حرام کر دی گئی ہے جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور والدہ حضرت مریم انہیں لے کر قوم میں آئیں تو قوم نے کہا مریم تیرے ماں باپ تو اچھے تھے تو نے یہ کیا کیا؟ نکاح ہوا نہیں اور بچہ لے آئی تو آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو، قوم نے کہا وہ تو ابھی پنگھوڑے میں ہے، بچہ ہے اس سے بات کیسے ہو سکتی ہے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”انی عبد اللہ“ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے آپ نے اپنے بچپن میں اپنے عبد اللہ ہونے کا اقرار فرمایا، یہ ارشاد آپ کے اللہ ہونے کی واضح نفی ہے اور کھلا انکار ہے۔ قوم کا آپ کو الہ ماننا تو تیس برس کی عمر میں ہے مگر نبوت کی تیز نگاہ کا اندازہ کیجئے ابھی بچپن سے ہی اس کا رد فرما رہے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے واضح الفاظ میں فرمایا اگر تم مجھے خدا کا شریک کہو گے تو تم بہت بڑے ظالم ہو گے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اس آئیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ ایک موقعہ پر نجران کے عیسائیوں کے سردار عاقب اور اُس کے ساتھیوں نے یہ برملا اعلان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہیں اور رب تعالیٰ نے حضرت مریم میں حلول فرمالیا۔ ان کی تردید میں یہ آئیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

یہ بھی یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے کئی مختلف گروہ ہیں، ایک طبقہ تو یہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں، ایک طبقہ کہتا ہے وہ خود خدا ہیں، رب نے ان کی شکل میں دنیا میں ظہور فرمایا ہے اس آئیہ کریمہ میں اس طبقہ کا رد فرمایا گیا ہے جو کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم خدا ہے، اور خدا مسیح ابن مریم ہی ہے ان لوگوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ کہنا کہ عیسیٰ ابن مریم خدا ہے، یہی جملہ ان کی تردید کرتا ہے کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے ہیں جو کسی کا بیٹا ہو وہ خدا کیسے ہو گیا۔ آپ کا بنی اسرائیل سے یہ فرمانا کہ اس اللہ کی پرستش کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، یہ واضح دلیل ہے کہ خود عیسیٰ علیہ السلام اُلوہیت کا انکار فرما رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلَاثٍ
وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا
عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۴۸ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۴۹

صلی اللہ علیہ وسلم
الحظیم

بے شک کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ تین
خداؤں میں سے تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک
خدا اور اگر وہ اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان
میں کافر میں گئے ان کو ضرور دردناک عذاب
ہوگا (۱۴۸) یہ لوگ توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس
سے معافی (کیوں نہیں) مانگتے اور اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔ (۱۴۹)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں عیسائیوں کے اس گروہ کی تردید تھی جو عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا کہتا ہے اس آیہ کریمہ میں
عیسائیوں کے دوسرے گروہ کی تردید ہے جو تین خدا مانتے ہیں اور یہ عقیدہ تثلیث ہے۔ یہ لوگ باپ، بیٹا،
روح القدس کی اصطلاح کے زبردست قائل ہیں، یہ عجیب بات ہے تین بھی مانتے ہیں اور پھر تینوں کو ایک
بھی کہتے ہیں اگر یہ لوگ اللہ کے تین جز مانتے ہیں تو بھی شرک ہے، تین مستقل الہ مانیں تو بھی شرک ہے
اگر یہ کہیں کہ مسیح روح القدس الہ ہیں تو بھی شرک ہے بہر حال تثلیث کا عقیدہ جیسے بھی جس طرح بھی ہو وہ
شرک ضرور ہے، معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے، اگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ عقائد سے توبہ نہ کریں گے تو کفر و
شرک پر مریں گے اور سخت دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے یہ لوگ اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے توبہ
کیوں نہیں کرتے، بدعقیدگی سے ہٹتے کیوں نہیں؟ اگر وہ توبہ کر لیں تو اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

آیہ مبارکہ میں تثلیثی گروہ کے متعلق لفظ ”کفر“ استعمال ہوا ہے جو شرک کے معنی میں ہوگا کہ تین خدا
ماننا شرک ہے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ تثلیث انتہائی گنجل نظر یہ ہے۔ گوجرانوالہ میں ایک مشہور پروفیسر
پادری ”کے ایل ناصر“ سے مناظرہ کے بعد میں نے عیسائیوں کے اس عقیدہ پر اپنے رسالہ ”مسیح کون ہے؟“

میں تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔

مسیحیت کے باغور مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دین مسیحیت کے عقائد عیسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے نہیں اور نہ ہی انہیں انجیلوں نے بیان کیا ہے۔ باپ، بیٹا، روح القدس کی اصطلاح کا پتہ عیسیٰ علیہ السلام کے کسی واضح ارشاد سے قطعی نہیں ملتا۔ اس دین کے عقائد مختلف ادوار میں عیسائیت کی مختلف تنظیمیں کونسلیں تیار کرتی رہیں اور ان کونسلوں کے اختیارات میں تھا کہ جو ان نظریات کا انکار کرتا اس پر مرتد ہونے کا فتویٰ نافذ کرتیں اور اس کی رسوائی کا سبب بنیں۔ حقیقت یہی ہے کہ تثلیث کے عقیدہ کو عیسیٰ علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد میں فروغ ہوا۔ صحیح صورتحال یہ ہے کہ صدیوں بعد جس تنظیم نے یہ عقیدہ گھڑا اور نافذ نہ کیا اس تنظیم کے سارے ممبر اور کارکن بھی اس عقیدہ پر متفق نہیں تھے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

مسیح ابن مریم ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں ان کی ماں بہت سچی ہیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھئے ہم کس طرح وضاحت کے ساتھ ان کیلئے دلائل بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ کیسی الٹی باتیں کر رہے ہیں (۷۵) آپ کہتے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۷۶)

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَا كُلِّينَ
الطَّعَامُ أَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ
انْظُرْ أَتَى يَوْمٌ فَكُونَ ۖ قُلْ أَتَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا
وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے الزامات کا ردّ تھا کسی نے کہا تھا وہ خدا ہے کسی نے کہا خدا کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی کہ وہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے۔

اس آیت کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ذکر فرما کر ان کی صفات کا ذکر ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ نہ وہ خدا ہیں، نہ خدا کے بیٹے، نہ تینوں میں تیسرے خدا وہ تو صرف اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گذرے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرف سے معجزات دکھائے مگر انہوں نے ان کمالات دکھانے کے بعد نہ کبھی انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا، نہ کسی نے انہیں خدا کہا، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی ہے انہوں نے حیران کن معجزات دکھائے مگر کسی جگہ اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا وہ انہیں خدا مانتے ہیں؟ معجزات تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی دکھائے جیسے آپ کا دریا کو چیرنا، بنی اسرائیل پر من و سلویٰ کی بارش کرانا، ہاتھ مبارک کا چمکنا، دو در ورتک روشنی کا ہونا، آپ کے عصا کا اثر دہا بن جانا ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں صالح علیہ السلام کا پتھر سے اونٹنی نکالنا۔ ان معجزات و کمالات کے ہوتے ہوئے بھی وہ انبیاء علیہم السلام خدا نہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے خدا مانا جاتا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نہ تو خدا ہیں نہ خدا کی بیوی بلکہ اللہ کی سچی بندی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا کھانا، پینا ان کے الہ و معبود نہ ہونے کی واضح نفی ہے، یہ کس طرح کے واضح اور حیران کن دلائل ہیں۔ حیرت ہے یہ لوگ ان دلائل کے ہوتے ہوئے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ہیں، ابدی ہیں، ذاتی ہیں، حقیقی ہیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کے اندر یہ کمالات نہیں ان کے کمالات سارے کے سارے رب کی عطا ہیں، سو چو عقل کرو غور کرو، عیسیٰ علیہ السلام الہ نہیں، خدا نہیں۔ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے سچے رسول ہیں۔ لوقا کی انجیل میں ایسے دلائل موجود ہیں کہ عیسیٰ خدا نہیں ایک موقع پر عیسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس آئے وہ گھبرا گئے اور سمجھے کہ وہ کسی روح کو دیکھ رہے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام

نے کہا تم گھبرائے کیوں ہو میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں وہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو کہ روح کی گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے۔

(لوقا کی انجیل باب ۲۴)

اس عبارت کا معنی واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دلا رہے ہیں کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے انسان ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 (اے محبوب) آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم
 اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں
 کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے
 سے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ
 لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ خود صحیح راستہ سے بھٹک
 چکے ہیں۔ (۷۷)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ
 غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا
 مِنْ قَبْلُ وَآضَلُوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ
 السَّبِيلِ ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب کریم آپ یہود و نصاریٰ کی بد عقید گیاں اُن کے گمراہ کن پروپیگنڈے اور مسلمانوں سے زیادتیاں سن چکے ہیں آپ ان دونوں گروہوں سے فرمادیں کہ اپنے دین میں ناحق زیادتیاں نہ کرو تمہارے انبیاء نے جو کچھ تمہیں دیا تھا، بتایا تھا وہ کیا تھا اور تم نے اُسے بگاڑ کر کیا کر دیا ہے، انہیں بتا دو تم اپنے پہلوں کی بری خواہشات کی پیروی نہ کرو، وہ تو خود حق سے دور تھے اور انہوں نے لوگوں کو حق سے دُور کیا، ایسے لوگوں کی اتباع تمہیں گمراہ کر دے گی۔

اس آیه کریمہ میں انہیں بتایا گیا ہے کہ تم اچھے لوگوں کی محفلوں میں رہا کرو اور بُرے لوگوں کے

تعلقات سے بچو، اچھے لوگوں سے ملنا تمہیں اچھا بنادے گا اور برے لوگوں سے ملاقاتیں تمہیں گمراہ کر دیں گی۔ یہود و نصاریٰ کے باطل عقائد کا ذکر کر دینے کے بعد ان دونوں گروہوں سے فرمایا گیا ہے کہ اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ یہود نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں تحقیر کی، اُن کی طرف جھوٹ منسوب کیا، انہیں قتل کیا۔ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں غلو کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہا، خدا کا بیٹا کہا۔ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے اپنے بڑوں کی پیروی نہ کرو وہ گمراہ ہو گئے یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ یہود سے کہا جا رہا ہے، عزیر علیہ السلام کے سلسلہ میں غلو نہ کرو یعنی انہیں خدا نہ مانو، عیسائیوں سے کہا جا رہا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں غلو نہ کرو، انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ مانو، افراط و تفریط سے بچو تم نے تثلیث کے عقیدہ کو مان کر اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے بہت دور کر لیا ہے اور مشرکین کی راہ پر چل گئے ہو۔ انہوں نے بتوں کو خدا مانا تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا، اس بری راہ سے بچو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کو مضبوطی سے پکڑو، اہل کتاب کی سرکشی اور ظلم کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ انبیاء کی مخالفت پر آئے تو انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا، تعظیم کرنے پر آئے تو مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ دیا ان دونوں صورتوں میں غلو ہے اس سے روکا گیا ہے۔

دین کے اندر غلو ہمیشہ ناحق ہوتا ہے اس میں حق ہونے کا احتمال ہی نہیں۔ علامہ زنجیری نے اس جگہ غلو کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک ناحق اور باطل غلو جس کی ممانعت اس جگہ کی گئی ہے۔ دوسری حق اور جائز جس کی مثال میں انہوں نے علمی تحقیق اور تدقیق کو پیش کیا ہے ان کے نزدیک یہ بھی غلو ہے مگر حق اور جائز ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک علمی تحقیق غلو کی تعریف میں داخل ہی نہیں۔ قرآن و سنت کے مسائل میں گہری نظر جس حد تک رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے وہ غلو ہے ہی نہیں۔ اس آیت میں اہل کتاب کے دونوں فرقوں کو غلو سے روکا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے (۷۸) وہ ایک دوسرے کو برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا کس قدر برا کام تھا جو وہ کرتے تھے (۷۹)

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو حکم تھا کہ آپ کتابیوں کو تبلیغ فرمائیں، اب فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب کریم اگر یہ لوگ آپ کی تبلیغ سے فائدہ نہ اٹھائیں اور حسب معمول آپ کی دشمنی میں بھی بڑھتے جائیں تو آپ ان کے اس اقدام پر ناراض نہ ہوں یہ تو پہلے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے بھی راندے گئے اور لعنت کئے گئے ہیں اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک کے اہل کتاب وہ ہمیشہ اس پر فخر کرتے تھے کہ وہ نبیوں کی اولاد ہیں اور اس نسبت سے اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ان کی تردید میں یہ بات فرمائی کہ جن نبیوں کی اولاد پر تم فخر کرتے ہو وہ تو تم پر لعنتیں بھیج چکے ہیں پھر ان کی اولاد ہونے پر فخر کیسا، حضور سے فرمایا گیا محبوب کریم! یہ اسرائیلی اپنے آپ کو اولادِ انبیاء کہتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں مگر ان میں سے کفار اسرائیلیوں پر حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا ہوئی ہے جس سے یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہو گئے جب انہوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانہ پاک میں اپنے دینی ضابطے کو توڑا اور ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا تو ان پر لعنت ہوئی جس سے یہ لوگ بندر بنادیئے گئے پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خود ہی دسترخوان مانگا جو عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمانوں سے آیا اور انہوں نے اس سے کھایا مگر ایمان نہ لائے، عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان لوگوں کی

شکلیں بدل گئیں، اس آیہ پاک میں دو انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے کہ ان کی زبان سے یہ لعنت کی گئی مگر حقیقت یہ ہے کہ ان پر لعنت کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا اور انتہاء حضور ﷺ پر ہوئی۔

یہ لوگ انبیاء کے نافرمان رہے، حد سے تجاوز کر گئے، دینی ضابطوں کو توڑنے کے عادی بن گئے ایک جرم کو بار بار کرنے سے نہ رکتے تھے، جو جرم قوم میں پھیل جاتا اُسے روکتے نہ تھے اس قسم کے عادی مجرم لوگ اگر آپ کی نافرمانی کریں تو پریشانی کا ہے کی۔ یہ تو پرانے مجرم ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں اہل کتاب کی اس بری حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ برائی سے رکتے نہیں تھے کسی کے روکنے، باز رہنے کی تلقین کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، حضور ﷺ نے یہود کے اندر بے دینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ لوگ جب کسی بدکردار سے ملتے تو اُسے اللہ سے ڈرنے اور گناہوں سے رُکنے کی ترغیب دیتے مگر دوسرے روز ہی اسی سے ملتے، اُٹھتے، بیٹھتے، اس کے ساتھ کھاتے، پیتے جب انہوں نے یہ طریق کار اختیار کیا تو وہ لوگ آپس میں الجھ گئے پھر حضور ﷺ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں وہ کیسی بُری چیز ہے جو انہوں نے اپنی آخرت کیلئے بھیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے۔ (۸۰)

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۸۰﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

تفسیر

پہلی آیہ پاک میں پرانے بنی اسرائیلیوں کی بدکاری، انبیاء دشمنی کا ذکر تھا، اور انہیں انبیاء کی زبان سے ان پر لعنت کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں موجودہ اسرائیلیوں کی بری عادات کا ذکر ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ سارے کے سارے ایک ہی ہیں۔ محبوب! یہ لوگ صرف آپ کے ہی دشمن نہیں ان کے آباؤ اجداد پہلے انبیاء علیہم السلام کی دشمنی میں پیش پیش رہے۔ اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنامدینہ منورہ کے کچھ یہود کھلی مخالفت کرتے تھے اور کچھ منافق چھپ کر اسلام کی مخالفت کرتے بظاہر تو کلمہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے تھے مگر اندرونی طور پر مکہ مکرمہ کے مشرکین سے مل کر دشمنی کرتے جب ان لوگوں نے اسلام کا غلبہ دیکھا تو جہل گئے مکہ مکرمہ گئے اور مشرکین مکہ سے کہا کہ تم مسلمانوں سے جنگ لڑو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ دشمنوں کی یہ سازش تو کامیاب نہ ہو سکی، حضور سے فرمایا گیا ہے محبوب! ان کی باطنی گندگی کا تو پتہ چل گیا آپ سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان کے سینوں میں بغض و عناد کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن)

یہود و نصاریٰ کی اس دوہری چال پر حیرت کا ذکر ہے یہ لوگ خدا کی توحید کے بھی مدعی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کے بھی قائل مگر ان کی دوستی، پیار مشرکین سے ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور اللہ کی ناراضگی کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! زنا سے بچو، اس فعل سے رونق چلی جاتی ہے، غربت اور مفلسی آتی ہے عمر کم ہوتی ہے اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ قیامت کو حساب سخت ہوگا اور دائمی عذاب ہوگا۔ یہ ارشاد فرما کر حضور ﷺ نے اس آیہ کریمہ کو تلاوت فرمایا۔

آیہ مبارکہ میں یہود کی دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک کھلے یہودی، دوسرے منافق یہودی جنہوں نے مشرکین کو دوست بنایا اور مخالفت کی، ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ ہم نے آخرت کو جواب دینا ہے وہاں کی

آرائش کیلئے سامان کیا بھیجا ہے؟ اگر یہ لوگ مخلص ہوتے، سچے ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ان کا ایمان ہوتا اور مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ ”وتروی کثیرا“ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے ان کے اعمال کو جانتے تھے، جیسے فرمایا گیا آپ بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے۔ کفار و مشرکین کی دوستی کو بھی برا فرمایا گیا ہے کفار و مشرکین کی دوستی حرام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں (۸۱) آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ زیادہ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود و مشرکین ہیں اور آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کا سب سے زیادہ قریب پائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں کیونکہ ان میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے (۸۲)

وَلَوْ كُنَّا نُؤْتِيهِمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَنَا أَنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا قَتَلْتَهُمْ فَيَقْتُلُونَ
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
قَالُوا إِنْ نَحْنُ نَصْرِيْكَ فَإِنَّ مِنْهُمْ قَبِيْلًا
وَرَهْبَانًا وَآلَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

قرآن مقدس کا یہ فرمانا کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا، اس آیت مقدسہ کا ایک معنی یہ ہے کہ اگر یہودی اللہ پر صحیح ایمان لاتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور تورات پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔ دوسرا معنی یہ ہے اگر یہودی اللہ پر کامل ایمان لاتے اور حضور ﷺ پر اور قرآن

مجید پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنی ذات والا صفات تک انسان کو پہنچانے کیلئے دو راستے بیان فرمائے ہیں ایک نبی کا وجود مسعود کہ اس پر ایمان لایا جائے اُسے اللہ کا پیغام رسا مانا جائے اور اس کے متعلق یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں میں سے چن لیا ہے اور اس کو اپنی پسند و ناپسند کا عملی نمونہ بنا دیا ہے۔ اس پر اتاری گئی کتاب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کی اصلاح اور تربیت کیلئے صرف کتاب ہی کافی نہیں بلکہ اس کی تشریح اور مفہوم کیلئے رسول کا وجود بہت ہی ضروری ہے۔ اصلاح کیلئے کتاب اللہ بھی بڑی ضروری ہے مگر اس کتاب کے مفہوم کو قوم تک پہنچانے کیلئے انبیاء علیہم السلام اُن کے نائین علماء و مشائخ کا وجود ضروری ہے۔

اور صرف کتاب اللہ پر ہی اعتماد کر لینا کافی نہیں جب تک کہ اس کتاب کے لانے والے پیغمبر علیہ السلام پر ایمان نہ لایا جائے اس سے اگلی آیہ مبارکہ ”لتجدن اشد الناس عداوة“ کے اترنے کا باعث یہ ہوا: اعلان نبوت کے پانچویں سال مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم بہت ہی زیادہ ہو گئے ابھی تک سرزمین مکہ میں جہاد کا حکم تھا نہیں۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ وہاں کا بادشاہ اچھا ہے کسی کو ستا تا نہیں چنانچہ گیارہ مرد اور پانچ خواتین کا قافلہ مکہ مکرمہ سے حبشہ روانہ ہو گیا اور سمندری راستہ سے یہ مختصر سا قافلہ حبشہ پہنچ گیا، اس ہجرت کا نام ”ہجرت اولیٰ“ ہے انہیں لوگوں کو مہاجرین اولین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے صحابہ وہاں پہنچتے رہے، حضرت جعفر بن ابی طالب بھی پہنچ گئے، حبشہ میں مہاجرین مسلمان مردوں کی تعداد ۸۲ تک پہنچ گئی خواتین کی تعداد الگ تھی یہ لوگ وہاں پہنچ کر رہنے لگے ایک سال بعد جب کفار مکہ کو یہ پتہ چلا کہ مسلمان تو وہاں پر امن سے زندگی گزار رہے ہیں تو انہوں نے عمرو بن العاص کو جماعت کے ساتھ بہت سے تحائف دے کر حبشہ بھیجا کہ وہاں کے بادشاہ اصمہ نجاشی کو یہ تحائف پیش کر کے کہا جائے کہ مکہ کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا

ہے یہ لوگ اس کے ساتھ مل کر ملک میں فساد پیدا کر رہے ہیں انہیں میں سے کچھ لوگ تیرے ملک میں بھی آ گئے ہیں۔ بہتر صورت یہی ہے کہ انہیں ہمارے سپرد کر دے تاکہ تیرا ملک اس مصیبت سے بچا رہے۔ حبشی بادشاہ نے کہا میں پہلے ان لوگوں سے بیان لوں گا پھر فیصلہ کروں گا کہ انہیں تمہارے ساتھ بھیجا جائے یا نہ۔ چنانچہ یہ مہاجرین شاہی دربار میں بلائے گئے ان حضرات نے شاہ حبشی کو سجدہ نہ کیا بلکہ وہ عمومی سلام کیا، مکہ سے آنے والے وفد نے کہا بادشاہ دیکھا تو نے یہ لوگ کس قدر متکبر ہیں۔ ان صحابہ کی پیشانیاں جو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو چکی تھیں، وہ شاہ حبشہ کو سجدہ کیلئے کب جھک سکتی تھیں۔ شاہ حبشہ نے پوچھا یہ سلام جو تم نے ہمیں کیا یہ کونسا سلام ہے صحابہ نے بتایا یہ وہ سلام ہے جو جنتی ایک دوسرے کو کریں گے۔ پھر شاہ حبشہ نجاشی نے پوچھا تم ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو، مہاجرین صحابہ نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں اس کے بیٹے نہیں، اور کنواری مریم بتول کے فرزند ہیں، نجاشی نے زمین سے تنکا اٹھایا اور کہا تمہارے نبی نے جو تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تعلیم دی ہے اس میں اس تنکے برابر بھی کمی زیادتی نہیں کی، نجاشی کے اس بیان سے مکہ سے آنے والا وفد مایوس ہو گیا، مزید کچھ نہ کہہ سکا پھر شاہ نجاشی نے مہاجرین سے کہا کہ تمہارے قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ کہا ہے تو بتاؤ تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی آیات مقدسہ تلاوت کیں، سیدنا جعفر طیار کا تلاوت کرنا تھا کہ نجاشی اور اس کے درباری سبھی رونے لگے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں کتاب خدا کی تھی اور زبان جعفر طیار کی، اثر کیسے نہ ہوتا۔

حبشہ کا بادشاہ نجاشی مسلمان ہو گیا، (آخر تک مسلمان رہا جب یہ فوت ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا اس کی نماز جنازہ پڑھو پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی اور نجاشی کا جنازہ اس وقت حبشہ میں تھا) اور مسلمانوں سے کہا تم میرے ملک میں امن، سکون، اطمینان اور چین سے وقت گزارو چنانچہ صحابہ امن سے رہنے لگے، ادھر حضور ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

فرمائی، اتفاقاً مہاجرین حبشہ میں ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ (رملہ بنت ابوسفیان) بھی تھیں، نجاشی بادشاہ نے حبشہ میں حضور ﷺ کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا ان کے پہلے خاوند کا انتقال حبشہ میں ہی ہو چکا تھا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ام حبیبہ کو چار سو دینار یا چار لاکھ درہم بھی دیئے (تفسیر صاوی)

۶ھ میں خیبر فتح ہوا، اسی دن حضرت جعفر طیار پہنچے حضور ﷺ نے کمال خوشی میں فرمایا میں نہیں کہہ سکتا آج مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر طیار کے آنے کی، حضرت جعفر کے ساتھ یا ان کے بعد حبشہ کے عیسائی حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے انہیں سورہ یسین سنائی یہ لوگ بہت روئے اور کہا یہ کلام بالکل عیسیٰ علیہ السلام کی وحی کے مطابق ہے ان لوگوں کے بارہ میں یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں (تفسیر خازن، صاوی)

یہ عیسائیوں کا وہ گروہ تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کے عقائد و ضوابط کا پابند تھا یہ درویش لوگ تھے اور متکبر نہیں تھے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ